صوفی ازم اور علم وادب کا بے باک ترجمان

شمارہ نمبر ۶

جلد نمبر ۲

سہ ماہی

رہبر نور

مکنپور شریف

ہندوستان میں صوفیاء کرام کی اسلامی خدمات

غربت کو ملی تھی نہ زباں آپ سے پہلے

شاعری اور علم وادب کی دنیا میں ایک نادر ونایاب شخصیت

تاریخ مکن پور شریف وتذکرہ مشائخ مداریہ

کیا قربانی کرنا ظلم بربریت اور بے رحمی ہے

۱۴۴۲ھ
رمضان المبارک
شوال المکرم، ذیقعدہ
مطابق
مئی، جون، جولائی
۲۰۲۱ء

اگلا شمارہ
آزادی نمبر
ہوگا

چیف ایڈیٹر
ابوالمشرب سید
مقتدا حسین جعفری
دارالنور مکن پور شریف کانپور (انڈیا)

This PDF Download from Madaarimedia.Com

Www.MadaariMedia.Com

مداریہ کتب خانہ

واٹسپ گروپ

MADAARI MEDIA

The Silsila e Aaliya Madaariya Social Platform

سلسلۂ مداریہ کے بزرگوں کی سیرت و سوانح

سلسلۂ عالیہ مداریہ سے متعلق کتابیں

سلسلۂ مداریہ کے علماء کے مضامین تحریرات

سلسلۂ مداریہ کے شعراء اکرام کے کلام

حاصل کرنے کے لئے اس ویب سائیٹ پر جائیے

www.MadaariMedia.com

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

@MadaariMedia

Authority : Ghulam Farid Haidari Madaari

بفیض روحانی۔ شہنشاہ ولایت سیّد بدیع الدّین احمد قطب المدار مدار العالمین رض

بیادگار الحاج ڈاکٹر سیّد مرتضیٰ احسین رہبر والحاجہ سیّدہ نور النہار فاطمہ علیہما الرحمۃ والرضوان

سہ ماہی

رہبر نور

مکن پور شریف

صوفی ازم اور علم و ادب کا بے باک ترجمان

۱۴۴۲ھ
رمضان المبارک، شوال المکرم، ذیقعدہ
مطابق مئی، جون، جولائی ۲۰۲۱ء

مجلس ادارت

چیف ایڈیٹر
ابوالمشرب سیّد مقتدا حسین جعفری

مینیجنگ ایڈیٹر
ڈاکٹر سیّد اقتدا حسین جعفری عامرؔ

ایڈیٹر
مفتی سیّد نثار حسین جعفری مداری

جوائنٹ ایڈیٹر
مولانا سیّد ازبر علی مداری

سرکلیشن مینیجر
سیّد شعیب غازی مداری
و
سیّد قمر حسین جعفری

قیمت فی شمارہ 50/-
سالانہ 200/-
ڈاک خرچ 60/-
رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجا جائیگا جسکا خرچ الگ سے دینا ہوگا

رسالہ منگوانے کیلئے ان نمبروں پر رابطہ کریں

9956677119
8737967832
6394344966

مجلس مشاورت

مولانا سیّد انتخاب عالم ارغونی
مولانا سیّد محمد توثیق قصوری
سیّد موجود عالم محبوبی مداری
مولانا سیّد اظہر علی منظری وقاری
الحاج سید سید الانوار طیفوری مداری
مولانا سیّد ظفر مجیب ارغونی
مفتی ابوالحماد محمد اسرافیل حیدری
مفتی الشاہ غلام یحییٰ مصباحی وقاری بلرام پور
مفتی خوشنود خاں مشربی مداری بریلی
مفتی شاہد رضا مشربی مداری بریلی
و عزت مآب مشائخ مکن پور شریف

مراسلات و ترسیل زر کا پتہ
سہ ماہی رہبر نور
ہیڈ آفس مکن پور شریف کانپور انڈیا

رسالہ میں شائع ہونے والے مضامین آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گے لیکن مضمون نگار کی رائے سے ادارے کا اتفاق رائے ہونا ضروری نہیں ہے

ایڈیٹر، پبلشر و پرنٹر مقتدا حسین جعفری نے انشاء پرنٹرس 91/4 ہیرامن کا پوروہ، کانپور سے چھپوا کر دفتر رہبر نور مکن پور شریف سے جاری کیا۔

Evaluable on: www.hayyulmadar.com

اس شمارے میں

نمبر شمار	مضامین	تحریر	صفحہ نمبر
1	اداریہ		3
2	وہ ایک رات		4
3	ایک عظیم شخصیت ''حضرت ام سلمہ'' رضی اللہ عنہا	ازقلم نکہت جہاں	10
4	ایک تحقیقی مضمون شاہ فقیر اور تکیہ دار کہلانے والے کون ہیں یہ لوگ؟	مفتی شاہ غلام یحییٰ مصباحی وقاری	17
5	کیا قربانی کرنا ظلم اور بے رحمی ہے		24
6	حج ادا کرنے کا طریقہ		26
7	سید عبدالرحمٰن عرف حاجی ملنگ رحمۃ اللہ علیہ	سید مقتدا حسین جعفری	29
8	ملک شام کا ایک دلچسپ صفر	مولانا سید محضر علی وقاری	34
9	مسلمان وندے ماترم کیوں نہیں گاتے ہیں		41
10	بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق	سید اقتدا حسین عامر مکن پوری	44
11	عرس مولائے کائنات کے موقع پر رخصت ہے باغباں کی گلستاں اداس ہے	ازقلم سید ازبر علی جعفری مداری	47
12	وہ وقت جب مسجد اقصیٰ کو آگ کے حوالے کر دیا گیا		52
13	آپ کے مراسلات	مفتی شاہ غلام یحییٰ مصباحی وقاری	55
14	वलीए कामिल आरिफे विल्लाह सैय्यद अब्दुल रहमान उर्फ हाजी मलंग रहमतउल्लाह अलहे		57

This PDF Download from Madaarimedia.Com

اداریہ

بے عمل تھک کے بیٹھ جاتے ہیں

دنیا کے ترقیاتی ماحول اور روز افزوں بدلتے ہوئے سماج کی تقاضوں سے یہ بات روز روشن کے طرح واضع ہو چکی ہے کہ اگر ہمکو زندہ و جاوید اور مثالی کارکردگی کے ساتھ زندہ رہنا ہے تو اپنے اندر ایسی صلاحتیں پیدا کرنا ہوں گی جو وقت کے تقاضواں کو پورا کرسکیں اور یہ صلاحتیں صرف خیال آرائی اور فکری جذبات سے پیدا نہیں ہوسکتے ہیں اس کے لئے ہمکو علمی میدان میں قدم رکھنا ہوگا۔ اگر ہمارے اندر عالمانہ صلاحتیں موجود ہیں تو اپنے علم وفضل سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا جذبہ پیدا کرنا ہوگا ہم اپنی صلاحتیوں کو بڑے کار لانے کے لئے اگر میدان عمل میں نہ آسکے تو آنے والا وقت ہم سے سوال کرتا ملے گا کہ ہم نے دنیا کو کیا دیا۔

ہم محبان اولیاء اکرام تمام اولیاء کاملین، بذرگان دین کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی کو جھکاتے ہیں اور جبہ ثانی کرتے ہیں بلا امتیاز اور بغیر کسی تفریق کے اپنے سنی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو آیئے شہنشاہ اولیائے کبار سید بدیع ا ین قطب المدار رضی اللہ عنہ کی دہلیز چوم کر اپنے صحیح سنی العقیدہ مسلمان ہونے کا سچا ثبوت دیں اور ان منافقانہ ذہن وفکر کو ہمیشہ کے لئے دفن کر دیں تو جو اولیاء اللہ کے عظمت و وقار کا بٹوارا کرتے ہیں جو میدان عمل میں کچھ کر گزرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں دنیا ان کی خدمات کو ہمیشہ سلام کرتی ہے ورنہ ”بے عمل تھک کے بیٹھ جاتے ہیں“۔

چیف ایڈیٹر

"وہ ایک رات"

رات اپنی تمام تر رعنائیوں سمیت محو خواب تھی۔ شب کا ہمہ گیر سناٹا ساری کائنات کو دعوت خواب دے رہا تھا۔ اور فضائے بسیط میں پھیلے ہوئے لاتعداد ستاروں کو بھی نیند آئی جا رہی تھی، اور وہ احساس فرض کے تحت جاگتے رہنے کی کوشش میں جلدی جلدی پلکیں جھپکا رہے تھے۔ اور اس طرح انکی نیند کی ماری پلکوں سے آنسوؤں کے قطرے گر گر کر آغوش زمین پر نچھار و ہو رہے تھے۔ اور آبدار موتیوں کی شکل میں کاکل گیتی کی زینت بنتے جا رہے تھے۔ روشن چاند ہر طرف اپنی ضیاء بار کرنیں پھیلائے آہستہ روی سے محو خرام تھا، شاید اس خیال سے کہ کہیں اس کی کسی لغزش پا سے ان نازک آبگینوں کو ٹھیس نہ لگ جائے یا پھر رات کا سحر آگیں سکوت ٹوٹ نہ جائے۔

مگر اچانک یہ نشاط آفریں سکوت ٹوٹنے سا لگا۔ دور بہت دور فضائے بسیط میں کسی محو پرواز ہستی کے پروں کی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی، وسیع و عریض کائنات کے باسے یہ چاند ستارے اس آواز کو سن کر چونک سے گئے۔ انھوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر جلد ہی ان کو جواب مل گیا۔ قریب تر آتی ہوئی پروں کی سرسراہٹ کسی مائل پرواز فرشتہ کے پروں کی آواز تھی۔

آنے والا ایک نوعمر فرشتہ تھا۔

آسمانوں پر رہنے والے اس نوعمر فرشتہ کے دل میں نہ جانے کیسے یہ خیال سما گیا تھا کہ زندگی کا مقصد صرف کسی گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر توبہ واستغفار کرنا ہے، زندگی کے باقی معاملات کا تعلق رضائے الٰہی سے نہیں۔ اور خدائے قدوس کی رحمتیں صرف گوشہ نشیں عبادت گزاروں کے لئے وقف ہیں۔

چنانچہ آسمانوں کے منتظمین نے اس کو مطالعہ اور مشاہدہ سے سبق لینے کے لئے کرۂ ارضی کی طرف بھیج دیا تھا۔

فرشتہ فضائے بسیط پر پرواز کرتا رہا۔ اس کی نگاہوں سے انسانوں کے بہت سے گروہ گزرے ان میں بعض تو اسے صریحا گمراہی میں مبتلا نظر آئے۔ رہ گئے وہ جنھیں اطاعت خداوندی کا دعویٰ تھا۔ ان میں سے بھی بعض اسی کے ہم خیال تھے اور بعض بے حد مختلف۔ یہ دوسرے لوگ مقررہ اوقات میں عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ دنیا کے بھی سبھی کام کرتے تھے اور انہیں دعویٰ تھا کہ یہ بھی وہ رضائے الٰہی ہی کے لئے کرتے ہیں۔ وضع قطع سے بھی یہ لوگ خدا رسیدہ نہ معلوم ہوتے تھے۔ اور ساتھ ہی ایک جہان ان کا دشمن بھی نظر آیا۔ چونکہ فرشتہ کی نگاہیں مستقبل کے دبیز پردوں کے پار نہیں جا سکتی تھیں اور نہ ہی بادی النظر میں اسے ان میں سے کسی پر بھی رحمت خداوندی نثار ہوتی معلوم ہو رہی تھی۔ اس لئے وہ یہاں بھی کوئی تصفیہ نہ کر سکا۔ اخر تھک ہار اس نے ماضی میں حل تلاش کرنا چاہا۔ اور اس کے لئے وہ زمین کے، ایک ناظم اعلیٰ، فرشتہ کے پاس گیا اور اس کی ''کتاب الارض'' دیکھنے کی استدعا کی۔

ناظم اعلیٰ نے نہایت خندہ پیشانی سے اس کے اجازت دے دی اور نوعمر فرشتہ انتہائے انہماک وجستجو سے ان اعظیم الشان اوراق پر منعکس واقعات ہستی کو دیکھنے میں مشغول ہو گیا۔ اس دھرتی کا ایک ایک واقعہ انتہائے تفصیل کے ساتھ اس میں زندہ ومتحرک شکل میں موجود تھا حیرت واستعجاب میں غرق اس نے ''کتاب ہستی''

کے ورق الٹنے شروع کئے۔ ایک، دو، چار، چھ، دس، بارہ، تیرا۔۔۔اور ایک ایک ورق کے ساتھ ایک صدی پیچھے کھسکتی گئی۔اور پھر معاً اس کی نگاہیں ایک گوشہ میں جم کر رہ گئیں۔

اس جگہ نورانی شعائیں ہالہ سا کئے ہوئے تھیں۔'کتاب الارض'' کے اس صفحہ کے اس حصہ پر انوار ورحمتِ خداوندی کی بارش ہو رہی تھی۔اتنی زیادہ کہ ایک لمحہ اس کی آنکھیں خیرہ سی ہو گئیں۔

''بس گوہر مقصود مل گیا۔''اس نے سوچا۔رحمتِ ایزدی اور پسندیدگئ رب کا اتنا بڑا ثبوت اسے اور کہیں نہیں ملا تھا۔

''یقیناً''اس کے دل نے کہا''یہ کسی زاہد شب زندہ دار کے کارنامے ہوں گے جس نے اپنی ساری زندگی صرف تسبیح وتہلیل میں بسر کی ہوگی''

مزید توثیق کے لئے اس نے بغور اس کا مطالعہ شروع کیا اور اس کی نگاہوں نے دیکھا۔

۲

بڑی تاریک رات تھی ہاتھ کو ہاتھ نہیں دکھائی دیتا تھا حد نظر تک پھیلے ہوئے صحرا کے ذرہ ذرہ نے سیاہ لباس زیب تن کر رکھا تھا اوپر آسمان میں بکھرے ہوئے جھلملاتے تارے اپنی مدھم شعاعوں سے کائنات کو روشن کرنے کی سعئی ناکام ضرور کر رہے تھے مگر سیاہی شب کسی حال میں کم نہ ہوتی تھی اور بیچارہ چاند تو ابھی افق مشرق کے دریچوں سے جھانکنے کی کوشش ہی کر رہا تھا۔

اس وقت صحرا کے دامن میں آباد اس بستی پر بھی طلسم شب پوری طرح اسرانداز ہو رہا تھا بستی پر عجیب اور پراسرار سی خاموشی چھائی ہوئی تھی،شائد یہاں کا ہر ہر فرد آنے والے انقلاب سے بے خبر گہری نیند سو رہا تھا۔بستی کہ وسط میں واقعہ ایک چھوٹے سے مکان کا محاصرہ کئے ہوئے کچھ مسلح افراد البتہ جاگ رہے تھے مگر ان کے اعصاب پر بھی رات کی کیف آور خنک فضاء اسرانداز ہونے کی کوشش کر رہی تھی رات آدھی کے قریب گزر چکی تھی صحرا کی فضاء کچھ اور خنک ہو گئی تھی بستی کی فضاء کچھ اور پراسرار ہو چکی تھی اسی وقت وسطی اس حصہ میں واقع اس محصور مکان کا دروازہ نہایت آہستہ سے کھلا۔اور ایک پر وقار شخصیت آہستہ آہستہ چلتی ہوئی باہر آئی۔باہر آنے والا یہ باوقار شخص سیاہ لبادہ میں ملبوس تھا دروازہ پر دوروبہ کھڑے مسلح دشمنوں کے باوجود اس کے پرنور چہرے پر خوف دہر اس کے کوئی آثار نہ تھے۔آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ دروازہ کے باہر آیا قاتلوں کے اس گروہ پر اچٹتی سی نگاہ ڈالی۔فضاء میں کیف آور خمار آ گئیں کیفیت کچھ بڑھ سی گئی ان کی آنکھیں ایک لمحہ کے لئے سو گئیں اور وہ پیکر جمال وجلال زیرلب تبسم کی شعاعیں بکھیرتا آگے بڑھ کر بستی کی تاریک گلیوں میں داخل ہو گیا۔

چند ہی منٹ بعد وہ ایک دوسرے مقام ہلکی ہلکی دستک دے رہا تھا اس مکان کے مکین شائد اس کے لئے ہمہ تن انتظار ہی تھے۔ابھی پہلی دستک کی آواز فضا میں گونجی ہی تھی کہ فوراً ایک ادھیڑ عمر کا دبلا پتلا شخص مکان کے باہر آیا آنے والے کی قرزراخیدہ تھی چہرہ ستا ہوا آنکھیں اندر کی جانب دھنسی ہوئی۔اس کے گورے چٹے چہرے پر مہندی کا خضاب لگی ہوئی داڑھی بڑے بھلی معلوم ہو رہی تھی رات کی تاریکی میں اس کے لباس کا گیروا رنگ کچھ عجیب لگا رہا تھا۔باہر آکر اس نے انتہائی ادب وسلیقہ سے سلام کیا اور جیسے کسی حکم کی تعمیل کے لئے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔اور پھر چند لمحے توقف کے بعد ان دو سہدموں کا مختصر قافلہ، رات سیاہیوں کو چیرتا ہوا، جنوب کی سمت روانہ ہو گیا۔

رات ڈھلنے لگی تھی۔ستارے آنکھ مچولی کھیلتے کھیلتے تھک کر اب زمین پر شعاعیں پھیلانے میں ایک دوسرے سے سبقت

لے جانا چاہ رہے تھے۔ چاند کو بھی اب اپنے فرض کا احساس ہو گیا تھا اور وہ ان مسافروں کی رہنمائی کے لئے کچھ اوپر آ گیا تھا۔

کاروانِ شب کے ساتھ یہ مختصر ترین کارواں بھی آگے بڑھتا گیا۔ ان میں سے آگے آگے وہی شخص چل رہا تھا جس نے تلواروں اور نیزوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے بھی کوئی جھجک محسوس نہ کی تھی اور اس وقت بھی اس کے چہرے پر اطمینان وسکون کی وہ شمع روشن تھی جس پر ملکوتی حسن و جمال بھی ہزار جان سے فدا تھا۔ دوسرا شخص کچھ پیچھے تھا۔ وہ مودبانہ انداز مین آگے کو کچھ جھکا ہوا چل رہا تھا۔ اطمنان وسکون کا پرتو اس کے چہرے پر بھی رقصاں تھا۔ مگر پھر بھی وہ گاہے پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھ لیتا تھا۔

یہ دونوں مسافر صفحہء زمین پر اپنے نقش پا ثبت کرتے تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ بستی پیچھے چھوٹتی جا رہی تھی، سامنے کچھ دوری پر ایک بلند سیاہ دھبہ سا نظر آنے لگا تھا۔ فی الحال ان کی منزل وہی تھی اور وہ اس کی طرف رواں دواں تھے۔ اپنے وطنوں کی مستقل ہٹ دھرمیوں اور چیرہ ستیوں سے تنگ آ کر انھوں نے حکم خدا وندی کے مطابق وطن عزیز چھوڑ دیا تھا اور اسی کی نصرت و اعانت کے بھروسے پر ایک نئے مستقر کی طرف جا رہے تھے۔

چلتے چلتے پیچھے چلنے والے رفیق جان نثار نے ایک بار پھر مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ مُعاً ان کی نگاہیں قدموں کے نشانات پر گئیں۔ دودھیا چاندنی میں قدموں کے نشانوں کی قطار بستی کی طرف جاتی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ کچھ سوچ کر اس کے چہرے پر فکر وتردد کی پرچھائیاں نظر آنے لگیں۔ مگر چند ہی منٹ بعد دور بہت دو بکریوں کا یک ریوڑ دکھائی دیا۔ ان بکریوں کا رکھوالا ٹھیک انھیں نشانات پر بکریوں کو ہنکا کر لا رہا تھا۔ یہ دیکھکر اس کے چہرے پر اطمینان پھر لوٹ آیا۔

''اب تک سب انتظامات ٹھیک ہی تھے'' اس نے سوچا ''فہیرہ ٹھیک وقت پر بکریوں کو لایا۔'' اس نے زیر لب کہا۔ اور ادھر سے مطمئن ہو کر اس کی نگاہیں اپنے آقا کے سراپا کا جائزہ لینے لگیں جس پر چاند اور ستاروں کی کرنیں بار بار صدقے جا رہی تھیں اور جس کی تقدیس پر رات کی رانی اپنے گہرائے آبدار مسلسل نثار کر رہی تھی۔

یہ مختصر ترین قافلہ آگے بڑھتا گیا۔ شمال کی طرف بستی دور ہوتے ہوتے نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ سامنے جنوب کی سمت بڑا سیاہ دھبہ، اور بڑا ہوتا گیا، نمایاں ہوتا گیا، اور پھر بڑھتے بڑھتے اس نے پہاڑ کا روپ دھارن کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پہاڑ کے پاس پہونچ گیے تب انھیں بلکونہ اطمینان ہوا۔ تب تک اللہ کے فضل وکرم سے سب ٹھیک ہی تھا۔ آگے بھی اللہ مالک تھا۔

اب ان کے سامنے اس کوہ گراں کے اندر ایک پناہ گاہ تلاش کرنے کا مسئلہ تھا۔ ابھی انھیں اس وقت تک یہیں کہیں روپوش رہنا تھا جب تک دشمن ان کی تلاش سے اکتا کر مایوس نہ ہو جائیں اور اس کے بعد انھیں اپنے نئے مستقر کی طرف جانا تھا۔

وہ جائے پناہ کی تلاش میں پہاڑ پر چڑھے اور جلدی انھیں کچھ بلندی پر ایک غار کا دہانہ نظر آ گیا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھے اور چند منٹ میں غار کے دہانہ پر پہنچ گئے۔ غار کے دہانہ پر گرد وغبار کی بے شار تہیں۔ کبوتروں اور فاختاؤں کی بیٹ اور پروں کا انبار ہر طرف پڑا ہوا تھا، مکڑیوں کے جالے سے بنی ہوئی جھالروں نے دہانہ پر پردہ سا ڈال رکھا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ مدتوں سے کسی انسان نے ادھر کا رخ نہیں کیا۔ غار کی یہ حالت دیکھکر دو قدم پیچھے کھڑے ہوئے۔ محبِ صادق کو خیال آیا۔ ''ممکن ہے غار میں زہریلے کیڑے مکوڑے یا درندے ہوں اور خدا نخواستہ ان کے محبوب کو کوئی گزند پہونچ جائے۔ اس لئے کیوں نہ خود وہی پہلے داخل ہو کر دیکھ بھال کر

لی جائے۔ ''یہ سوچ کر فوراً آگے بڑھے اور بڑے ادب و آہستگی سے عرض کیا۔

''حضور، آپ ابھی باہر تشریف رکھیں۔ پہلے میں اندر جا کر صفائی کروں''۔

یہ سن کر اس محبوب ہر دو عالم کے چہرے پر تبسم نے تابانی سی پیدا کر دی۔ ان کے خوبصورت دانت باہر جھانکنے لگے۔ اور ایک برق سی چمک کر رہ گئی۔ اور ان کے رفیق اس تبسم جانفزا کی حلاوتوں میں گم نیچے غار میں اتر گئے۔

باہر رات اب بھی پر سکون تھی۔ تیسرے کے آغاز کا چاند اب پوری طرح جلوہ فرما ہو کر نیچے زمین پر اپنی کرنوں کا جال پھیلا رہا تھا۔ چاند کی اس روپہلی روشنی میں نہایا ہوا باہر کھڑا یہ شخص اس وقت جمال و جلال کا ایک ایسا مجسمہ معلوم ہو رہا تھا جس کی تخلیق و تزئین دست قدرت نے بہ نفس نفیس خود فرمائی ہو۔ پہاڑ کی اس ایک چٹان پر کھڑا وہ اس وقت غار سے دور بہت دور دیکھ رہا تھا اور ایسا لگ رہا تھا کہ ساری کائنات ایک لمحہ کے لئے رک کر اس کو دیکھنے لگ گئی ہو۔

یہ مجسم نور و رعنائی باہر کھڑا ساری کائنات کو دعوتِ نظارہ دیتا رہا اور غار کے اندر اس کا محبِ صادق اپنے محبوب کے آرام و آسائش کی خاطر کچھ اور ہی کرنے میں محو تھا۔ تدریج بلند ہوتے ہوئے چاند کی چند کرنیں شاید اس کی مدد کے لئے اندر آ گئی تھیں، انھیں کی مدد سے وہ غار کو ٹھیک کر کے قیام کے لائق بنا تا رہا۔ سب سے پہلے اس نے نیچے کے فرش کو صاف کیا۔ پھر اس نے ادھر ادھر گوشوں اور دراڑوں کا جائزہ لیا۔ مدت ہائے دراز سے غیر آباد یہ غار طرح طرح کے حشرات الارض کا مسکن ہو کے رہ گیا تھا۔ چاروں طرف اس میں متعدد سوراخ وغیرہ نظر آ رہے تھے۔ اس نے جلدی جلدی ایک ایک کر کے ان سوراخون کو بند کرنا شروع کیا۔ جب اندر پڑی لکڑیوں کے ٹکڑوں اور کنکریوں وغیرہ کا ذخیرہ ختم ہو گیا اور پھر بھی کچھ سوراخ بند ہونے سے رہ گئے تو اس وفا شعار نے اپنے لباس میں سے ٹکڑے پھاڑ پھاڑ کر ان سوراخون میں ٹھانسنا شروع کیا۔ جہاں تک اور جس جس طرف سے بھی ہو سکا، اس کے لباس سے ٹکڑے الگ ہوتے رہے۔ غار کے سوراخ یکے بعد دیگرے بند ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ اب اور کسی طرف سے اور کسی جگہ سے پھاڑ نا ممکن نہ رہ گیا۔ مگر اب سب سوراخ بند ہو گئے تھے۔ صرف ایک قدرے بڑا سوراخ فرش سے ذرا اوپر رہ گیا تھا۔

''سب اس کو کیسے بند کیا جائے'' اس نے سوچا ''باہر کچھ تلاش کرنا سخت خطرناک تھا پھر اس وقت ایک ایک لمحہ قیمتی تھا''۔ کچھ دیر کے لئے اس کے تاباں چہرے پر بدلی سی چھا گئی۔ مگر فوراً ہی اسے ایک خیال آیا۔ ایک عجیب خیال۔ اور فکر کے سیاہ بادل چھٹ گئے۔ ایثار و قربانی کا مجسمہ باہر آیا اور وہاں باہر منتظر کھڑے آقا سے عرض کی ''اندر تشریف لے چلئے۔ غار آپ کے استقبال کے لئے تیار ہے''

اس وقت اس کے انداز کلام میں ذوق و محویت کی عجیب سی شان تھی۔

ان لوگوں نے چاروں طرف نظر ڈالی، آس پاس، بلکہ دور دور تک کوئی بھی نہیں تھا۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر یہ دونوں رفیق صادق غار کے اندر داخل ہو گئے۔ اور اس طرح فی الحال دنیا اور اہل دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئی۔ اور پر آکاش پر ننھے ستاروں نے ایک دوسرے سے سرگوشی کی۔ ''کاش کچھ دیر اور رک جائے، نظارۂ جمال کا یہ موقع پھر پتہ نہیں کب آئے۔!! شریر چاند نے کھلکھلا کر ہنستے ہوئے کہا۔ ''اور جلیں کر دار اپنی بلندی پر اتراؤ۔ میں تو انھیں اس وقت تک دیکھتا رہوں گا جب تک مہر عالمتاب آکر مجھے بے نور نہیں کر دیتا'' یہ کہہ کر اس نے اپنی چند اور شعاعوں کو غار

کے اندر بھیج دیا۔ پہاڑ پر اس مقام سے بار بار گزرتا ہوا خنک ہوا جھونکا جواب تک اس ذی مرتبت ہستی کو آرام پہنچانے کے لئے کوشاں تھا، ایک لحہ کے لئے حیران، و پریشان سا اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ اور پھر خوشبوئے قبا کے سہارے غار کے اندر داخل ہوگیا۔

وہ غار کے اند پہونچ گئے۔

غار میں داخل ہو کر رفیق جاں نثار نے بڑے لجاجت سے کہا" ابھی رات باقی ہے۔ حضور کچھ استراحت فرمالیں"

یہ کہہ کر وہ پروانہ شمع جمال خود اس طرح بیٹھ گیا کہ اس کا منہہ کھلے رہ گئے سوراخ کی طرف تھا اور پیر آسانی وہاں اس سواخ تک پہنچ سکتا تھا۔ اس نے اپنے پھیلا دیئے۔ سرکار دو عالم اپنے رفیق و مونس کے زانو پر سر رکھ کر مشغول استراحت ہو گئے اور تب اس نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اس سوراخ پر اپنے پیر کا انگوٹھا لگا دیا۔

محبوب دو عالم محو استراحت رہے۔ پروانہ شمع جمال ہر طرح سے ان کو محفوظ کر کے مصروف نظارہ ہو گیا۔ اسی حال میں ابھی کچھ ہی دیر ہوئی تھی یکا یک اسے اپنے انگوٹھے میں آتشیں سوئیاں چبھتی محسوس ہوئیں، اور ایسا لگا کہ جیسے پیروں میں، اور پھر سارے جسم میں، آگ سی لگ رہی ہے۔ اور پھر اپنی رگوں میں خوان کے بجائے لاوا دوڑتا محسوس ہونے لگا۔

"شاید سوراخ میں سانپ تھا۔ اس نے ڈس لیا" اس کے ذہن میں یہ خیال چکر لگانے لگا۔ زہر اثر کرنے لگا۔ درد و کرب بڑھنے لگا۔ لیکن اس وفا شعار نے سوچا" یہ جان اور رہے کس کے لئے! حضور کی ابھی تو آنکھ لگی ہے۔ آقا کی راحت میں خلل نہیں پڑنا چاہیے ------" اور اسی خیال سے وہ ضبط کی انتہائی کوشش کرنے لگا۔

اس نے کو جنبش تک نہ ہونے دی۔ پاؤں اب بھی پھیلا ہوا تھا، انگوٹھا اب بھی اس سوراخ سے لگا ہوا تھا، اور وہ صدیق دمدم اب بھی اسی طرح بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت اس کے زانو پر محبوب خدا کا سر مبارک تھا۔ وہ اس کو اٹھا کیسے دیتا۔!!

زہر تیزی سے اپنا کام کرنے لگا تھا چہرے کی رنگت زرد ہونے لگی تھی درد و کرب اب نا قابل برداشت ہو رہا تھا۔ مگر وہ ضبط کرنے کی انتہائی کوشش کرتا رہا۔ اور آخر کار شدت کرب کے باعث اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ اپنے آقا محبوب کے آرام و سکون کی خاطر جان تک دے دینے کا تہیہ کر لینے والے اس شخص کے اعصاب اب اپنی آخری متاع بھی نثار کر رہے تھے۔

انمول موتیوں کے ڈھیر کے ڈھیر نہاں خانہ چشم سے نکلنے لگے۔ اور اس شمع نورانی پر نثار ہونے کے لئے پروانہ وار نیچے گرنے لگے۔ اور اس کوشش میں اس کے ستے ہوئے رخسار اور انتہائی ضبط کی کوشش میں بھیچے ہوئے ہونٹوں پر سے گزرتے ہوئے اس کی خوبصورت ڈاڑھی کی زینت بننے لگے۔ اور تب ایک قطرہ مچل کر نیچے چلا اور اس کی آغوش میں سوئے ہوئے اس سراپائے نور پر نثار ہوگیا۔

آنسوؤں کی اس نمی نے آپ کو بیدار کر دیا۔ بیدار ہوتے ہی آپؐ نے اپنے رفیق و غمگسار کیطرف دیکھا۔ ان کو بے چین و مضطرب دیکھ کر انھوں نے بڑے پیار سے پوچھا]

"ابوبکرؓ کیا ہوا!!"

"میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، سانپ نے کاٹ لیا۔۔۔۔!!" انھوں نے بڑی نرمی و ادب سے کہا۔ آواز میں بلا کا درد گھلا ہوا تھا۔ مگر لہجہ میں وہی وارفتگی اور محویت کی شان تھی۔

یہ کہہ کر انھوں نے پیر سمیٹ لینے کی کوشش کی، پھر اس سوراخ کی طرف دیکھا۔ مگر وہاں اب کچھ نہیں تھا۔ سانپ اپنا کام

کر کے اندر ہی اندر کہیں غائب ہو گیا تھا۔

حضور اکرمؐ نے ایک بار اپنے حبیب صادق کو دیکھ اور پھر اس مار گزیدہ مقام پر اپنا لعاب دہن لگا دیا۔ اور اس تریاق سے اس زہر کا اثر دور ہوتا گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!! اس وقت آقاؐ کے چہرے پر بڑی مدھر مسکراہٹ تھی اور خادم کا دل ادائیگی فرض سے حاصل کردہ خوشیوں سے معمور ہو رہا تھا۔

۳

نوعمر فرشتہ بس اس کے آگے نہیں دیکھ سکا۔ اس کی نگاہیں کام نہیں کر رہی تھیں۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔۔۔۔ ندامت کے، عقیدت کے، محبت کے۔ اس کے ذہن و دماغ پر چھائی ہوئی دھند چھٹ چکی تھی۔ حقیقت روز روشن کی طرح اس کے سامنے آگئی تھی۔ اب وہ مطمئن تھا اور یکسو بھی۔ اس نے کرۂ ارض کے ناظم کی طرف دیکھا۔ وہ خود بھی اس کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مگر بہت پیاری مسکراہٹ تھی۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ چلتے چلتے اس نے "کتاب الارض" پر ایک آخری نگاہ ڈالی۔ وہاں اسے اس عکس جمیل کے سر پر سایہ فگن، اس کے اپنے رب کا فرمایا ہوا ایک جملہ نظر آیا:

شانی اشنین اذ ھمافی الغار..."

اور اس کی نگاہیں فرط ادب سے جھک گئیں۔

رات کی کجلاہٹ کم ہوتی جا رہی تھی۔ افق مشرق میں سفید دھاریاں سی نظر آنے لگی تھیں۔ اس نے جلدی سے پر پرواز کھولے، اور یہ اشرار گنگناتا ہو، وسیع و عریض کائنات میں محو پرواز ہو گیا۔

شانی اشنین فی االغار المنیف وقد
طاف العدویہ اذ صعدا الجنلا"

وکان حُب رسول الله قدعلموا،
من البر یة لم یعدل به رجلا۔

ایک انوکھی غزل

چودھری عترت حسین عاشقؔ

یا رب اماں نہ غم سے کبھی پائے عاشقؔ
ہستی کو روتے روتے ہی مر جائے عاشقؔ

تم کو قسم ہے تم بھی نہ کچھ کرنا اتفاق
دل چیر کر جو تم کو نہ دکھلائے عاشقؔ

آنکھیں ملی ہیں کس لیئے اس کو یہی بتا
قدغن تو ہے نہ دیکھ تجھے پائے عاشقؔ

ڈھونڈھے نہ لامکاں میں ٹھکانہ تو کیا کرے
تیرے مکاں میں ہی کہیں بس جائے عاشقؔ

لے لے خبر کہ حال بہت ہو چکا خراب
ظالم تڑپ تڑپ کے نہ مر جائے عاشقؔ

دیوانگی نماز میں اتنی نہ کر امید
سجدے میں کیوں رقیب کے گر جائے عاشقؔ

اللہ رے صبر عاشقؔ صبر کیش کا
سی لی زبان اور نہ کہا ہائے عاشقؔ

ایک عظیم شخصیت "حضرت ام سلمہ" رضی اللہ عنہا

از قلم نکہت جہاں

حضرت ام سلمہؓ کا اصل نام ہند اور ام سلمہ کنیت تھی۔ آپ کے باپ کا نام حذیفہ تھا جو قریش کے مشہور اور باوقار خاندان "مخزوم" کے چشم و چراغ تھے۔ والدہ کا نام عاتکہ تھا۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ہند بنت ابی امیہ سہیل بن المغیرہ بن عمر بن مخزوم ولدہ بنو فراس کے قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن خذیمہ بن علقمہ بن جدل الطعان بن فراس بن غنم بن کنانہ۔

حضرت ام سلمہ کے والدِ ماجد جن کا نام حذیفہ تھا مکہ کے مشہور مخیّر دولت مند اور فیاض انسان تھے۔ ان کے سخاوت اور دریادلی کے شہرت چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ بیسوں لوگ ان کے دسترخوان پر پلتے تھے۔ اگر کبھی سفر میں کسی جگہ جاتے تو اپنے ہمراہیوں کی راستہ بھر ہر طرح سے خاطر و مدارات کرتے اور ان کی دوسری ضروریات زندگی کے سلسلے میں بھی ہر طرح کی کفالت آپ ہی کے ذمہ ہوتی تھی۔ آپ کی انہی فیاضیوں کی وجہ سے جو لوگوں نے انہیں "زادالراکب" کا لقب دے رکھا تھا۔ اور وہ تمام قبائل قریش میں نہایت عزت و احترام اور عقیدت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ نے ان ہی کو آغوش تربیت میں نہایت ناز و نعمت سے پرورش پائی۔ حضرت ام سلمہؓ کا پہلا نکاح ان کے چچازاد بھائی ابوسلمہ بن عبد الاسد سے ہوا۔ وہ ایک صالح فطرت رکھنے والے انسان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ حق کا آغاز کیا تو ناممکن تھا ان کی پاکباز طبیعت اس سے متاثر نہ ہوتی۔ آپ نے اپنے قبیلے کی مخالفت کی اور دوسرے مصائب کو برداشت کرتے ہوئے اسلام کی دعوت حق کو فی الفور قبول کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور سچے رفیق بن گئے۔ حضرت ام سلمہ بھی اسی زمانے میں دولت اسلام سے بہرہ یاب ہوگئیں۔ اس طرح یہ دونوں میاں بیوی ان عظیم پاک فطرت انسانوں میں شامل ہوگئے۔ جنہیں سابقون الاوّلون بننے کا شرف حاصل ہوا۔ ان عظیم ہستیوں نے اسلام کی خاطر بے پناہ مصیبتیں اور دکھ اٹھائے۔ لیکن جادۂ حق سے ان کے پائے استقلال میں ذرّہ برابر بھی نغدش نہ آئی۔ جوں جوں شمع رسالت کے پروانوں کی تعداد بڑھتی جاتی تھی، کفارِ مکہ کی ایندارسانیوں میں بھی اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ جب ان کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو اجازت دے دی کہ جو شخص اپنے دین اور جان و مال کے بچاؤ کے لئے ہجرت کرنا چاہے وہ ملک حبشہ کو چلا جائے جہاں ایک نیک دل عیسائی بادشاہ کی حکومت تھی۔

حضرت ابوسلمہؓ اور ام سلمہؓ اس وقت اسلام قبول کر چکے تھے۔ چنانچہ وہ بھی دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ عازم حبش ہوئے۔ کچھ دن وہاں گذارنے کے بعد واپس آگئے اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا قصد کیا۔ اس وقت حضرت ابوسلمہ کے پاس صرف ایک ہی اونٹ تھا۔ اس پر انہوں نے حضرت ام سلمہؓ اور اپنے ننھے بچے سلمہ کو سوار کر دیا۔ اور خود اونٹ کی نکیل تھامے پاپیادہ ساتھ ساتھ چل پڑے ابھی چند قدم ہی چلے ہونگے کہ ام سلمہ کو خاندان

کے لوگوں یعنی بنو مغیرہ کا پتہ چل گیا۔ انہوں نے اونٹ کو گھیر لیا اور ابو سلمہؓ سے مخاطب ہو کر کہا تم جا سکتے تھے، لیکن ہماری لڑکی تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی۔ یہ کہ کر اونٹ کی نکیل انہوں نے ابو سلمہؓ کے ہاتھ سے چھین لی۔

اس وقت مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ہو چکا تھا حضرت ابو سلمہؓ بیوی اور بچے کے بغیر ہی مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ام سلمہؓ بنو مغیرہ کے پاس اور ان کا بچہ بنو عبدالاسد کے پاس تھے۔ گویا دین حق کا خاطر تینوں باپ بیٹا اور ماں جُدائی کی مصیبتیں برداشت کر رہے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ کو شوہر اور بچے کی جُدائی کا فطری طور پر بہت صدمہ تھا۔ وہ روزانہ صبح کے وقت گھر سے نکلتیں اور سارا دن ایک ٹیلے پر بیٹھ کر گریہ وزاری کرتی رہتیں، پورا ایک سال اسی کیفیت میں ہی گذر گیا۔ ایک دن بنو مغیرہ کے ایک صاحب اثر اور رحم دل آدمی نے انہیں اس حال میں دیکھا تو اس کا دل پسیج گیا۔ اس نے اپنے قبیلے کے تمام باثر افراد کو اکٹھا کیا۔ اور ان کو سمجھانے کے انداز میں ۔" یہ لڑکی ہمارا ہی خون ہے۔ ہم کب تک اس بے کس کو اپنے شوہر اور بچے سے جدا رکھے گے۔ اے بنو مغیرہ بخدا ہمارا قبیلہ بڑا شریف اور شجاع ہے، جو ظلم کو دوست نہیں رکھتا"۔ اس نیک دل آدمی کی تقریر سن کر دوسرے قبیلے کے تمام افراد کو بھی حضرت ام سلمہ پر رحم آ گیا۔ انہوں نے آپ کو اجازت دے دی کہ وہ مدینہ جا سکتی ہیں۔ اسی طرح جب بنو مغیرہ کی یہ بات دوسرے قبیلے بنو عبدالاسد تک پہنچی اور انہوں نے سلمہ کو اپنی ماں کے پاس بھیجدیا۔ اب حضرت ام سلمہؓ نے بچے کو گود میں لیا اونٹ پر سوار ہو کر میدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئیں۔ راستے میں "تنعیم" کے مقام پر انہیں ایک شریف النفس آدمی عثمان بن طلحہ بن اور طلحہ ملے۔ انہوں نے جب حضرت ام سلمہ کو سیک ننھے بچے کے ہمراہ تن تنہا سفر کرتے دیکھا تو دل میں بے حد خیال آیا "اے عثمان یہ الستان کی مردانگی سے بعید ہے کہ ایک عورت خدا کی راہ میں یوں صفر کرے اور تو اس پاک باز کی کوئے مدد نہ کرے انہوں نے حضرت ام سلمہؓ کے اونٹ کی نکیل پکڑی اور کشاں مدینہ کی طرف چل پڑے جب کہیں پڑاؤ کا وقت آتا تو وہ کسی درخت کی اوٹ میں ہو جاتے اور روانگی کہ وقت اونٹ تیار کر کے لے آتے غرض یوں ہی چلتے چلاتے وہ قبا یں پہنچے۔ ابو سلمہؓ یہاں ہی مقیم تھے عثمان بن طلحہؓ یہاں سے ان سے اجازت لے کر واپس مکہ چلے گئے اور حضرت ام سلمہؓ کی ملاقات اپنے بچھڑی ہوئے شوہر ابو سلمہؓ سے ہو گئی وہ اپنی نیک سیرت بیوی اور بچے کو پا کر خدا کا شکر بجالائے حضرت ام سلمہؓ نے عثمان بن طلحہ کی اس نیکی کو ہمیشہ یاد رکھا ان کا قول تھا کے میں نے عثمانؓ بن طلحہ سے زیادہ ساتھ دینے والا کوئی آدمی نہیں دیکھا قبا پہنچیں تو لوگ ان کا حال پوچھتے تھے اور جب یہ آپنے باپ کا نام بتاتے تو ان کو تقین نہیں آتا تھا کہ آپ حضرت ام سلمہؓ ہیں انہیں ان کے تنہا صفر کرنے پر حیرت تھی۔ شرفا کی عورتیں اس طرح باہر نکلنے کی جرات نہیں کرتی تھیں۔ حضرت ام سلمہؓ ان کی اس بات پر مجبورا خاموش ہو جاتی تھیں لیکن جب کچھ لوگ مکہ کی طرف حج کہ ارادے سے روانہ ہوئے اور انہوں نے اپنے گھر رقعہ بھجوایا تو اس وقت لوگوں کو یقین ہوا کہ وہ واقعی ابو امیہ کی بیٹی ہیں ابو امیہ کیونکہ قریش کے نہایت مشہور اور معزز شخص تھے اس لئے حضرت ام سلمہؓ بڑی قدر و منزلت کی نگاہ دیکھی گئیں۔

کچھ عرصہ بعد حضرت ابو سلمہؓ جنگ اُحد میں شریک ہوئے اور نہایت پامردی سے لڑتے ہوئے داد شجاعت دی دورانے لڑائے ان کا ایک بازو ٹھیک زہر یلے تیر سے زخمی ہو گیا علاج سے وقتی طور پر صحت یاب ہو گئے لیکن چند ماہ بعد یہ زخم پھر سے ہرا ہو گیا اور پھر اتنی شدت اختیار کر گیا کہ اس کی تکلیف سے شہادت پائی۔

ایک عظیم شخصیت ''حضرت ام سلمہ'' رضی اللہ عنہا

از قلم نکہت جہاں

حضرت ام سلمہؓ کا اصل نام ہند اور ام سلمہ کنیت تھی۔ آپ کے باپ کا نام حذیفہ تھا جو قریش کے مشہور اور باوقار خاندان ''مخزوم'' کے چشم و چراغ تھے۔ والدہ کا نام عاتکہ تھا۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ہند بنت ابی امیہ سہیل بن المغیرہ بن عمر بن مخزوم ولدہ بنو فراس کے قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن خذیمہ بن علقمہ بن جدل الطعان بن فراس بن غنم بن کنانہ۔

حضرت ام سلمہ کے والد ماجد جن کا نام حذیفہ تھا مکہ کے مشہور مخیر دولت مند اور فیاض انسان تھے۔ ان کے سخاوت اور دریا دلی کے شہرت چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ بیسوں لوگ ان کے دسترخوان پر پلتے تھے۔ اگر کبھی سفر میں کسی جگہ جاتے تو اپنے ہمراہیوں کی راستہ بھر ہر طرح سے خاطر و مدارات کرتے اور ان کی دوسری ضروریات زندگی کے سلسلے میں بھی ہر طرح کی کفالت آپ ہی کے ذمہ ہوتی تھی۔ آپ کی انہی فیاضیوں کی وجہ سے جو لوگوں نے انہیں ''زادالراکت'' کا لقب دے رکھا تھا۔ اور وہ تمام قبائل قریش میں نہایت عزت و احترام اور عقیدت کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے۔ حضرت ام سلمہؓ نے ان ہی کو آغوش تربیت میں نہایت ناز و نعمت سے پرورش پائی۔ حضرت ام سلمہؓ کا پہلا نکاح ان کے چچازاد بھائی ابوسلمہ بن عبد الاسد سے ہوا۔ وہ ایک صالح فطرت رکھنے والے انسان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ حق کا آغاز کیا تو ناممکن تھا ان کی پاکباز طبیعت اس سے متاثر نہ ہوتی۔ آپ نے اپنے قبیلے کی مخالفت کی اور دوسرے مصائب کو برداشت کرتے ہوئے اسلام کی دعوت حق کو فی الفور قبول کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور سچے رفیق بن گئے۔ حضرت ام سلمہ بھی اسی زمانے میں دولت اسلام سے بہرہ یاب ہو گئیں۔ اس طرح یہ دونوں میاں بیوی ان عظیم پاک فطرت انسانوں میں شامل ہو گئے۔ جنہیں سابقون الاوّلون بننے کا شرف حاصل ہوا۔ ان عظیم ہستیوں نے اسلام کی خاطر بے پناہ مصیبتیں اور دکھ اٹھائے۔ لیکن جادۂ حق سے ان کے پائے استقلال میں ذرّہ برابر بھی لغزش نہ آئی۔ جوں جوں شمع رسالت کے پروانوں کی تعداد بڑھتی جاتی تھی، کفار مکہ کی ایندارسانیوں میں بھی اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ جب ان کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو اجازت دے دی کہ جو شخص اپنے دین اور جان و مال کے بچاؤ کے لئے ہجرت کرنا چاہے وہ ملک حبشہ کو چلا جائے جہاں ایک نیک دل عیسائی بادشاہ کی حکومت تھی۔

حضرت ابوسلمہؓ اور ام سلمہؓ اس وقت اسلام قبول کر چکے تھے۔ چنانچہ وہ بھی دوسرے مسلمانوں کے ہمراہ عازم حبش ہوئے۔ کچھ دن وہاں گذارنے کے بعد واپس آگئے اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا قصد کیا۔ اس وقت حضرت ابوسلمہ کے پاس صرف ایک ہی اونٹ تھا۔ اس پر انہوں نے حضرت ام سلمہؓ اور اپنے ننھے بچے سلمہؓ کو سوار کر دیا۔ اور خود اونٹ کی نکیل تھامے پاپیادہ ساتھ ساتھ چل پڑے ابھی چند قدم ہی چلے ہونگے کہ ام سلمہؓ کو خاندان

کے لوگوں یعنی بنومغیرہ کا پتہ چل گیا۔ انہوں نے اونٹ کو گھیر لیا اور ابو سلمہؓ سے مخاطب ہو کر کہا تم جا سکتے تھے، لیکن ہماری لڑکی تمہارے ساتھ نہیں جا سکتی۔ یہ کہ کر اونٹ کی نکیل انہوں نے ابوسلمہؓ کے ہاتھ سے چھین لی۔

اس وقت مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ہو چکا تھا حضرت ابوسلمہؓ بیوی اور بچے کے بغیر ہی مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ام سلمہؓ بنومغیرہ کے پاس اور ان کا بچہ بنوعبدالاسد کے پاس تھے۔ گویا دین حق کا خاطر تینوں باپ بیٹا اور ماں جدائی کی مصیبتیں برداشت کر رہے تھے۔ حضرت ام سلمہ کو شوہر اور بچے کی جدائی کا فطری طور پر بہت صدمہ تھا۔ وہ روزانہ صبح کے وقت گھر سے نکلتیں اور سارا دن ایک ٹیلے پر بیٹھ کر گریہ وزاری کرتی رہتیں، پورا ایک سال اسی کیفیت میں ہی گذر گیا۔ ایک دن بنومغیرہ کے ایک صاحب اثر اور رحم دل آدمی نے انہیں اس حال میں دیکھا تو اس کا دل پسیج گیا۔ اس نے اپنے قبیلے کے تمام بااثر افراد کو اکٹھا کیا۔ اور ان کو سمجھانے کے انداز میں :''یہ لڑکی ہمارا ہی خون ہے۔ ہم کب تک اس بے کس کو اپنے شوہر اور بچے سے جدا رکھیں گے۔ اے بنومغیرہ بخدا ہمارا قبیلہ بڑا شریف اور شجاع ہے، جو ظلم کو دوست نہیں رکھتا''۔ اس نیک دل آدمی کی تقریر سن کر دوسرے قبیلے کے تمام افراد کو بھی حضرت ام سلمہ پر رحم آ گیا۔ انہوں نے آپ کو اجازت دے دی کہ وہ مدینہ جا سکتی ہیں۔ اسی طرح جب بنومغیرہ کی یہ بات دوسرے قبیلے بنوعبدالاسد تک پہنچی اور انہوں نے سلمہ کو اپنی ماں کے پاس بھیج دیا۔ اب حضرت ام سلمہؓ نے بچے کو گود میں لیا اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئیں۔ راستے میں ''تنعیم'' کے مقام پر انہیں ایک شریف النفس آدمی عثمان بن طلحہ بن ابو طلحہ ملے۔ انہوں نے جب حضرت ام سلمہ کو بیک ننھے بچے کے ہمراہ تن تنہا سفر کرتے دیکھا تو دل میں بے حد خیال آیا'' اے عثمان یہ الستان کی مردانگی سے بعید ہے کہ ایک عورت خدا کی راہ میں یوں سفر کرے اور تو اس پاک باز کی کوئی مدد نہ کرے، انہوں نے حضرت ام سلمہؓ کے اونٹ کی نکیل پکڑی اور کشاں مدینہ کی طرف چل پڑے جب کہیں پڑاؤ کا وقت آتا تو وہ کسی درخت کی اوٹ میں ہو جاتے اور روانگی کے وقت اونٹ تیار کر کے لے آتے غرض یوں ہی چلتے چلاتے وہ قبا میں پہنچے۔ ابوسلمہؓ یہاں ہی مقیم تھے عثمان بن طلحہؓ یہاں سے ان سے اجازت لے کر واپس مکہ چلے گئے اور حضرت ام سلمہؓ کی ملاقات اپنے بچھڑے ہوئے شوہر ابوسلمہؓ سے ہو گئی وہ اپنی نیک سیرت بیوی اور بچے کو پا کر خدا کا شکر بجالائے حضرت ام سلمہؓ نے عثمان بن طلحہ کی اس نیکی کو ہمیشہ یاد رکھا ان کا قول تھا کہ میں نے عثمانؓ بن طلحہ سے زیادہ ساتھ دینے والا کوئی آدمی نہیں دیکھا قبا پہنچیں تو لوگ ان کا حال پوچھتے تھے اور جب یہ اپنے باپ کا نام بتاتے تو ان کو یقین نہیں آتا تھا کہ آپ حضرت ام سلمہؓ ہیں انہیں ان کے تنہا سفر کرنے پر حیرت تھی۔ شرفا کی عورتیں اس طرح باہر نکلنے کی جرات نہیں کرتی تھیں۔ حضرت ام سلمہؓ ان کی اس بات پر مجبورا خاموش ہو جاتی تھیں لیکن جب کچھ لوگ مکہ کی طرف حج کے ارادے سے روانہ ہوئے اور انہوں نے اپنے گھر رقعہ بھجوایا تو اس وقت لوگوں کو یقین ہوا کہ وہ واقعی ابوامیہ کی بیٹی ہیں ابوامیہ کیونکہ قریش کے نہایت مشہور اور معزز شخص تھے اس لئے حضرت ام سلمہؓ بڑی قدر و منزلت کی نگاہ دیکھی گئیں۔

کچھ عرصہ بعد حضرت ابوسلمہؓ جنگ اُحد میں شریک ہوئے اور نہایت پامردی سے لڑتے ہوئے داد شجاعت دی دورانے لڑائی ان کا ایک بازو ایک زہریلے تیر سے زخمی ہو گیا علاج سے وقتی طور پر صحت یاب ہو گئے لیکن چند ماہ بعد یہ زخم پھر سے ہرا ہو گیا اور پھر اتنی شدت اختیار کر گیا کہ اس کی تکلیف سے شہادت پائی۔

حضرت ابوسلمہؓ کی وفات سے حضرت ام سلمہؓ کو بے حد صدمہ ہوا بار بار پکارتی تھیں ''ہائے ہائے غربت میں کیسی موت آئی ہے''۔ جب رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابوسلمہؓ کی وفات کی خبر ملی تو حضور خود ان کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت ام سلمہؓ کو صبر کی تلقین فرمائی اور کہا ابوسلمہؓ کی مغفرت کی دعا مانگو حضرت ابوسلمہؓ کی آنکھیں وفات کے وقت کھلی رہ گئیں حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے خود ان کی آنکھیں بند کی ان کی نماز جنازہ پڑھتے وقت حضور ﷺ نے نو تکبیریں کہیں لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آج شائد آپ کو دوران نماز جنازہ سہو ہوا۔ آپ نے نو تکبیریں کہیں آپ نے فرمایا ابوسلمہؓ تو ہزاروں تکبیروں کی مستحق تھے۔ حضرت ابوسلمہؓ بڑے عزیم المرتبت صحابی تھی ایک بار ام سلمہؓ نے ابوسلمہؓ سے کہا میں نے سنا ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر اس کی زندگی میں عازم فردوس ہو اور وہ عورت اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ اسے بھی جنت میں داخل کرتا ہے۔ اسی طرح کسی مرد کی زندگی میں اس کی بیوی وفات پا جائے اور وہ مرد اس کے بعد دوسرا نکاح نہ کرے تو اللہ اسے بھی جنت میں داخل کرتا ہے۔ آؤ ہم دونوں اعہد کرلیں کہ ہم میں سے جو پہلے مرے دوسرا اس کے بعد مجرد زندگی گزارے ابوسلمہؓ نے فرمایا کیا تم میرا کہا مانو گی؟ ''حضرت ام سلمہؓ نے جواب دیا کیوں نہیں میرے لئے اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہوسکتی ہے ابوسلمہؓ نے فرمایا تو سنو اگر میں پہلے مر جائیوں تو میرے بعد ضرور نکاح کرلینا'' پھر حضرت ابوسلمہؓ نے دعا فرمائی ''اے مولائے کریم اگر میں ام سلمہ کی زندگی میں مر جائیوں تو اسے مجھ سے بہتر جانشین دے'' ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب رسول کریم ﷺ حضرت ام سلمہؓ سے ابوسلمہؓ کا افسوس کرنے کہ ارادے سے تعزیت کو گئے حضرت ام سلمہؓ سے آپ ﷺ نے تلقین فرمائی ''اے ام سلمہ حق میں دعائے مغفرت مانگو اور اللہ سے التجاہ کرو کہ وہ تمہیں ابوسلمہؓ سے بہتر جانشین عطا فرمائے'' اس روایت کو سنن ابن ماجہ میں ان کے اپنے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ جب حضرت ابوسلمہؓ نے وفات پائی تو میں نے وہ حدیث یاد کی جس کو وہ مجھ سے بیان کیا کرتے تھے۔ اور میں نے دعا شروع کی تو جب میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ خداوندا مجھے ابوسلمہؓ سے بہتر جانشین دے تو دل کہتا کہ ابوسلمہؓ سے بہتر کون مل سکتا ہے لیکن میں نے پڑھنا شروع کیا تو ابوسلمہؓ کے جانشین آنحضرت ﷺ ہوئے۔

ابوسلمہ کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہا امید سے تھیں بچے کی ولادت کے بعد عدت پوری ہوگئی تب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کی دستگیری کے خیال سے انہیں نکاح ثانی کا پیغام بھجوایا لیکن حضرت ام سلمہؓ نے کچھ سوچ کر یہ پیغام وصول کرنے سے معذوری کا اظہار کیا۔ ادھر حضور نبی کریم ﷺ بھی حضرت ام سلمہؓ کی کسی مپرسی سے بے حد متاثر تھے حضرت ابوسلمہؓ اور ام سلمہؓ نے راہ حق میں جو مصیبتیں اٹھائی تھیں حضور ﷺ کو ان کا بے حد احساس تھا۔ چنانچہ سرور عالم ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کی معرفت ام سلمہؓ کو نکاح کا پیغام بھجوایا۔ ایک روایت ہے کہ حضور کا پیغام سن کر وہ بے حد خوش ہوئیں۔ ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے کہا کے مجھے چند عزر ہیں۔

(الف) میں سخت غیور عورت ہوں (ب) حاجب عیال ہوں (ج) میری عمر زیادہ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ان سب رحمتوں کو گورا فرمایا۔ حضرت ام سلمہؓ کو اب کیا عذر ہوسکتا تھا۔ اپنے لڑکے عمر بن سلمہؓ سے کہا اٹھو اور رسول اللہ ﷺ سے میرا نکاح کرو۔ اس قبولیت کے بعد شوال ۴ھ میں آپ آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آگئیں۔ نکاح کے بعد وہ حضرت زینب بنت خزیمہ کے گھر لائیں گئیں۔ جو وفات پا

چکی تھیں۔ حضرت ام سلمہؓ نے پہلے ہی دن اپنے ہاتھ کے کھانا تیار کیا۔ حضور نے اُمّ سلمہؓ کو خرمے کی چھال سے بھرا ہوا ایک چرمی تکیہ، دو مشکیزے اور دو چکیاں عطا فرمائیں یہی سامان دوسری بیویوں کو بھی عطا ہوا تھا۔

حضور ﷺ سے نکاح کے بعد بھی آپ نے اپنے پہلے شوہر کی اولاد کی پرورش نہایت توجہ سے کی۔ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ سے پوچھا ''یارسول اللہ مجھے بچوں کی پرورش کا اجر ملے گا'' یا نہیں، فرمایا۔ ''ہاں''

حضرت ام سلمہ نہایت حیادار خاتون تھیں۔ جب آنحضرت ﷺ مکان پر تشریف لاتے تو ام سلمہؓ فرطِ غیرت سے اپنی بیٹی کو گود میں بٹھالیتیں۔ آپؐ یہ دیکھ کر واپس آجاتے۔ حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کو جو حضرت ام سلمہؓ کے رضائے بھائی تھے، معلوم ہوا تو بہت ناراض ہوئے اور لڑکی چھین کرے گئے۔ لیکن بعد میں یہ بات کم ہوتی گئی اور جس طرح دوسری نیک بیبیاں رہتیں تھیں وہ بھی رہنے لگیں۔ نکاح سے قبل آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے ان کا ذکر کیا۔ تو حضرت عائشہؓ کو بڑا رشک ہوا، ایک روایت میں ہے ''مجھ کو سخت غم ہوا''

آنحضرت ﷺ کو ان سے بے حد محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی ازواج مطہرات کو (سوائے حضرت عائشہؓ کے) کوئی بات حضور سے خصوصی طور پر کرنا ہوئی تو وہ حضرت ام سلمہؓ کو ہی اپنا سفیر بنا کر بھیجتی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے۔ ایک میں حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت صفیہؓ، اور حضرت سودہؓ شامل تھیں۔ دوسرے میں حضرت امِ سلمہؓ اور باقی ازواج تھیں۔ چونکہ آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ کو زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ اس لئے لوگ ان ہی کی باری میں ہدیے بھیجے تھے۔

حضرت ام سلمہؓ کی جماعت ان سے کہا، حضرت عائشہؓ کی طرح ہم بھی سب کی بھلائی کے خواہاں ہیں۔ اس بنا پر رسول اللہ ﷺ جس مکان پر بھی ہوں، لوگوں کو حدیہ بھیجنا چاہئے حضرت ام سلمہؓ نے آپ سے یہ شکایت کی۔ تو آپ نے دو مرتبہ اعراض فرمایا تیسری مرتبہ کہا ام سلمہؓ حضرت عائشہؓ کے معاملہ میں مجھے اذیت نہ پہنچاؤ۔ حضرت ام سلمہؓ نے کہا ''حضور میں آپکو اذیت پہنچانے سے پناہ مانگتی ہوں''۔

حضرت ام سلمہؓ کے گھر حضور ﷺ سب باش ہوتے تو ان کا بچھونا حضور ﷺ کی جانماز کے سامنے بچھتا تھا انحضرت ﷺ نماز پڑا کرتے اور یہ سامنے ہوتیں انحضرت کے آرام کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ حضرت صفیہؓ جو انحضرت کے مشہور غلام ہیں دراصل حضرت ام سلمہؓ کے غلام تھے۔ ان کو ازاد کیا تو یہ شرت رکھی کہ جب تک انحضرت ﷺ حیات ہیں تم پر ان کی خدمت لازمی ہوگی۔

غزوۂ خندق میں اگر چہ وہ شریک نہ تھیں تاہم اس قدر قریب تھیں کہ انحضرت ﷺ کہ گفتگو اچھی طرح سن سکتی تھیں فرماتی ہیں کہ مجھے وہ وقت خوب یاد ہے کہ جب سینہ مبارک غبار سے اُٹا ہو تھا اور آپ لوگوں کو اینٹیں اٹھا اٹھا کر دیتے اور اشعار پڑھ رہے تھے۔ کہ دفعتاً عمار بن یاسر پر نظر پڑی فرمایا افسوس ابن سمیہؓ تجھ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا''۔

غزوۂ خیبر میں وہ خود شریک تھیں۔ فرماتی ہیں کہ مرحب مشہور جنگجو یہودی کے اوتوں پر جب تلوار پڑی تو اس کے آواز میں سن رہی تھی۔ صلح حدیبیہ میں انحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں۔ صلح کے بعد آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ لوگ حدیبیہ میں قربانی کریں لیکن لوگ اس قدر دل شکستہ تھے کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا۔ یہاں تک کہ جیسا صحیح بخاری میں ہے۔ تین دفعہ بار بار کہنے پر بھی ایک شخص آمادہ نہ

ہوا۔ چونکہ معاہدہ کی تمام شرائط بظاہر ہر مسلمان کے خلاف تھیں۔اس لئے تمام لوگ رنجیدہ اور غصے سے بے تاب تھے۔آنحضرت گھر میں تشریف لے گئے اور ام سلمہؓ سے شکایت کی انہوں نے کہا آپ کسی سے کچھ نہ کہیں بلکہ باہر نکل کر خود قربانی کریں اور احرام اترانے کے لئے بال منڈوائیں۔آپ نے باہر آ کر قربانی کی اور بال منڈوائے اب جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس فیصلے میں تبدیلی نہیں ہو سکتی تو سب نے قربانیاں کی اور احرام اُتارا۔ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک دوسرے پر ٹوٹا پڑتا تھا اور عجلت اس قدر تھی کہ ہر شخص حجامت بنانے کی خدمت انجام دے رہا تھا۔حضرت ام سلمہؓ کا یہ خیال علم النفس کے ایک بڑی مسلے کو حل کرتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمہور کی فطرت شناسی میں ان کو کس درجہ کا کمال حاصل تھا۔حضور فرمایا کرتے تھے کہ صنفِ نازک کی پوری تاریخ اصابت رائے کی ایسے عظیم الشان مثال پیش نہیں کرسکتی۔

۹ھ میں ایلا کا واقعہ پیش آیا حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کو تنبیہ کی تو حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھی آئے وہ ان کی عزیز ہوتی تھیں۔ان سے بھی گفتگو کی حضرت ام سلمہؓ نے جواب دیا ''عمرؓ تم ہر معلمہ دخل دینے لگے ہو'' یہاں تک کہ اب رسول اللہ اور ان کی ازواج کے معملات میں بھی دخل دینے لگے ہو'' جونکہ جواب نہایت خشک تھا اس لئے حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے اور اٹھ کر چلے آئے۔ رات کو خبر مشہور ہوئی کہ انحضرت نے ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ صبح کو حضرت عمرؓ آنحضرت کی خدمت میں آئے۔اور تمام واقعہ بیان کیا جب حضرت ام سلمہؓ کا قول نقل کیا تو حضور مسکرائے۔

حجتہ الودع کے موقع پر حضرت ام سلمہ علیل تھیں تاہم ساتھ آئیں، بنہان (غلام) اونٹ کی مہار تھامے تھا۔آنحضرت نے فرمایا کہ جب غلام مکاتب کے پاس اس قدر مال موجود ہو کہ وہ اس کر عدا کر کے آزاد ہو سکتا ہو تو اس سے پردہ ضروری ہو جاتا ہے۔ طواف کے باری میں فرمایا جب نماز فجر قائم ہو تم اونٹ پر سوار ہو کر طواف کرنا چناچہ حضرت ام سلمہؓ نے ایسا ہی کیا۔

۱۱ھ میں آنحضرت ﷺ علیل ہوئے مرز نے طول کھینچا تو آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ کے مکان میں منتقل ہو گئے۔حضرت ام سلمہؓ اکثر آپ کو دیکھنے کے لئے جایا کرتی تھیں۔ایک دن طبیت زیادہ علیل ہوئی تو ام سلمہؓ چیخ اٹھیں۔آنحضرت نے منع فرمایا کہ یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ایک دن مرض میں زیادتی ہوئی تو ازواج نے دوا پلانہ چاہی چونکہ گوارا نہ تھی آپ نے انکار فرمایا۔لیکن جب غشی تاری ہو گئی تو حضرت ام سلمہؓ اور حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے دوا پلادی۔ایک روز حضرت ام سلمہؓ اور حضرت امہ حبیبہؓ نے جو حبشہ ہو آئیں تھیں وہاں کی عیسائی معبدوں ان کے مجسموں اور تصویروں کا تذکرہ کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرتا ہے تو اس کے مقبرہ کو عبادت گاہ بنالیتے ہیں اور اس کا بت بنا کر اس میں کھڑا کرتے ہیں قیامت کے دن خدا کی نگاہ میں یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے۔

وفات سے پہلے آنحضرت ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے کان میں باتیں کی تھی حضرت عائشہؓ سے وقت بے تابانہ پوچھنے لگیں لیکن حضرت ام سلمہؓ نے توقف کیا اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد پوچھا۔ ۶۱ھ میں حضرت امام حسینؓ نے شہادت پائے حضرت ام سلمہؓ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے ہیں نہایت پریشان ہیں۔سر اور ریش مبارک غبار آلود ہے پوچھا یارسول اللہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہو۔

''حسینؓ کے مقتل سے آرہا ہوں حضرت ام سلمہؓ بیدار ہوئیں تو آنکھوں سے آنسوں جارے تھے اسے حالت میں زبان

سے نکلا اہل عراق میں حسینؓ کو قتل کیا خدا ان کو قتل کرے۔ انہوں نے حسینؓ کو ذلیل کیا خدا ان پر لعنت کرے۔

۶۳ھ میں واقعہ حرہ کے بعد شاہی لشکر واپس چلا گیا جہاں ابن زبیرؓ پناہ گزیں تھے جو کہ آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں ایسے لشکر کا تذکرہ فرمایا تھا۔ بعض کو شبہ ہوا اس نے حضرت ام سلمہؓ سے دریافت کیا۔ بولیں آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ ایک شخص مکہ میں پناہ لیگا۔ اس کے مقابلہ میں جو لشکر آئے گا بیاباں میں وہیں دھس جائیگا ام سلمہؓ نے حضور سے پوچھا جو لوگ جبراً شریک کئے گئے ہوں گے وہ بھی؟ فرمایا ''ہاں'' لیکن قیامت کے دن اپنی نیتوں کے مطابق اٹھیں گے۔

علمی حیثیت سے اگر چہ تمام ازواج احادیث کا مخزن تھیں۔ تاہم حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا ان میں کوئی حریف نہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہ اور ابن عباسؓ دریائے علم ہونے کے باد جود ان کے دریائے فیض سے مستغنی نہ تھے۔ تابعین کرام کا ایک بڑا اگر وہ ان کے علم اور بصیرت سے فیض یاب تھا۔

قرآن آنحضرتؐ کے طرز پر پڑھتی تھیں۔ کسی نے پوچھا آنحضرت قرآن کیسے پڑھتے تھے۔ بولی ایک ایک آیت الگ الگ کر کر پڑھتے تھے۔ اس کے بعد خود پڑھ کر بتلایا۔ حدیث سننے کا بے حد شوق تھا۔ ایک دن بال گندھوا رہی تھیں کہ آنحضرت خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے زبان مبارک سے یاایھا الناس یعنی لوگوں کا لفظ نکلا تو فوراً بال باندھ کر اُٹھ کر کھڑی ہوئیں اور کھڑے ہو کر پورا خطبہ سنا۔ علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ اگر ان کے فتاویٰ جمع کئے جائیں تو ایک چھوٹا سا رسالہ بن سکتا ہے۔ ان کے فتاویٰ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عموماً متفق علیہ ہیں اور یہ ان کی دقیقہ رسی اور نکتہ سنجی کا کرشمہ ہے۔

حضرت ام سلمہؓ نہایت زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک ہار پہنا جس میں سونے کا کچھ حصہ تھا اور آنحضرت ﷺ نے اعتراض کیا تو اس کو توڑ ڈالا۔ ہر ماہ تین دن روزہ رکھتی تھیں۔ اچھے کاموں میں شریک ہوتی تھیں۔ آیت تطہیر انہیں کے گھر میں نازل ہوئی تھی۔ آنحضرت نے حضرت فاطمہؓ اور حسینؓ کربلا کو کمبل اوڑھایا اور کہا خدایا۔ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور کر اور ان کو پک کر۔ حضرت ام سلمہؓ نے یہ دعا سنی تو بولیں یا رسول اللہ میں بھی ان کے ساتھ شریک ہوں۔ ارشاد ہوا تم اپنی جگہ پر اچھی ہو۔

آنحضرت ﷺ سے ان کو جو محبت تھی اس کا اثر یہ تھا کہ آپ کے موئے مبارک تبرکاً روک چھوڑے تھے جن کی وہ لوگوں زیارت کراتی تھیں آنحضرت ﷺ کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا۔ یا رسول اللہ اسکا کیا سبب ہے کہ ہمارا قرآن میں ذکر نہیں۔ تو آپ نے یہ آیت پڑھی ''ان المسلمین والمسلمات المومنین والمومنات''

حضرت ام سلمہؓ نہایت خوبصورت تھیں۔ ابن سعد میں ہے۔ جب حضرت عائشہؓ کو ان کے حُسن کا حال معلوم ہوا تو خاصی پریشان ہوئیں۔ لیکن بولیں کچھ نہیں خاموش رہیں۔ حضرت ام سلمہؓ کے بال نہایت گھنے دارز تھے۔

آنحضرت ﷺ کے صلب مبارک سے ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ البتہ ان کے پہلے شوہر ابو سلمہؓ سے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ ان کے نام سلمہ عمرؓ درّہ اور زینب تھے۔

حضرت ام سلمہؓ اپنے باپ کی طرح بے حد فیاض تھیں۔ خود بھی سخاوت کرتیں۔ دوسروں کو بھی تلقین فرماتی تھیں ناممکن تھا کہ کوئی سائل ان کے گھر سے خالی ہاتھ چلا جائے زیادہ نہ ہوتا تو تھوڑا بہت جو کچھ ہاتا سائل کو دے ڈالتیں اللہ تعالیٰ نے انہیں خوبروئی، علم

دانش، ذہانت اور اصابت رائے کی نعمتوں سے کافی حصہ دیا تھا۔

جس سال حرہ کا واقعہ پیش آیا۔ یعنی ٦٣ھ میں حضرت ام سلمہؓ نے انتقال فرمایا۔ اس وقت ان کا سن چوراسی سال کا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

ازواج مطہرات میں آپ کی فضیلت اور مقام مستند سمجھا جاتا ہے۔

غزل

رہبؔر مکن پوری

اس کا اندازہ بھی نہ تھا مجھکو
دوست دے جائے گا دغا مجھکو

روشنی کا دیا صلہ مجھکو
صبح تم نے بجھا دیا مجھکو

آسرے روز ٹوٹا کرتے ہیں
اب نہ دے کوئی آسرا مجھکو

چھو کے ان کا بدن تو آئی ہے
خوشبو بتلاتی ہے صبا مجھکو

بند کرلی ہیں مٹھیاں میں نے
جب تونگر کوئی ملا مجھکو

وہ جو حرف غلط سمجھتا ہے
آج تک کیا مٹا سکا مجھکو

پرسش حال کو وہ آئے ہیں
خواب میں کیوں جگا دیا مجھکو

اک قیامت سے کم نہ تھا رہبؔر
اس کا مڑ مڑ کے دیکھنا مجھکو

نذر عقیدت

بدرگاہ سید بدیع الدین قطب المدارؒ

علامہ ادیبؔ مکن پوری

لب پہ جب نام قطب المدار آ گیا
مٹ گئی بے قراری قرار آ گیا

جس نے اس در پہ آکر جھکا دی جبیں
خود بخود اس پہ رحمت کو پیار آگیا

اٹھ گئی جب نگاہ کرم آپ کی
بے پیے و جدمیں بادہ خوار آ گیا

جب حلب کے دھند لکے سے پھوٹی کرن
سامنے نیر کردگار آگیا

ارض ہندوستان کے مقدر کھلے
یعنی عالم کا قطب المدار آگیا

آپ کے در سے وابستگی کیا ہوئی
اپنی تقدیر پر اعتبار آ گیا

جب ازل میں نگہ بان بٹنے لگے
میرے حصے میں قطب المدار آ گیا

دل کے تاروں میں جھنکار پیدا ہوئی
لب پہ جب نعرہ دم مدار آ گیا

اس کا سینہ مدینہ بنا اے ادیبؔ
آپ کے جو قرب مدار آ گیا

ایک تحقیقی مضمون

شاہ فقیر اور تکیہ دار کہلانے والے کون ہیں یہ لوگ؟

مفتی شاہ غلام یحییٰ مصباحی وقاری

احباب علمائے اکرام کا پیہم اصرار تھا کہ میں مزکور عنوان پر ایک تحقیقی مضبوط مضمون لکھوں کچھ لکھنے سے پہلے اہل خانقاہ خصوصاً خانقاہ مداریہ مکن پور شریف کے مشائخ سادات کرام سے اس عنوان گفتگو ہوئی اور دیگر خانقاہوں کے بزرگوں علماء مورخین محققین سے بھی بات ہوئی تذکرہ نگار محققین سے بھی مہینوں بات چلتی رہی خصوصاً محقق عصر حضرت سید فائق اعظمی مداریہ سے آپکی لائبیرری میں ہی کئی وقت تفصیلی گفتگو ہوئی فی الحال جو چل رہا ہے وہ تو ہے ہی تقریباً پچیس سال سے مداریہ سلسلہ اور مرکوز عنوان پر جلسہ جلوس منٹگ چل رہی ہے تقریباً ملک کے اکثر صوبوں میں کام کرنے کا موقع ملا ہماری آواز پر لبیک کہنے والوں میں ہمارا درد محسوس کرنے والی ہستیوں میں اولین قابل ذکر شخصیت حضرت سید فائق اعظمی مداریہ کی ہے جو ایک ڈگری کالج کے پروفیسر تمام ڈگریوں کے مالک بہت سی کتابوں کے مصنف آپ کی اہم تصنیف غداروں کی مختصر تاریخ جو اہم معلومات اور تاریخی معلومات کا گلدستہ ہے سید شاہ تکیہ کی تحقیق آپ کی معلوماتِ علمیہ کا ضرب المثال ذخیرہ ہے۔ جو تمام علماء و تذکرہ نگار مصنفوں کے لئے قابل اسناد و دلائیل اعتماد ہے۔ میرے اس مضمون میں غداروں کی مختصر تاریخ سے ماخوذ عبارتیں ہونگی۔یقیناً آپ کی اس تصنیف کو قابل اسناد سمجھتا ہوں مجھ پر واضح کر دینا ہے کہ سید شاہ فقیر تکیہ دار کہلانے والے لوگ کون ہیں اور تکیہ کیا چیز ہے تکیہ کسے کہتے ہیں جیسا کہ مورخ فائق اعظمی نے اپنی تاریخی کتاب فخر وطن صفہ۲۷۳-۲۷ پر لکھا ہے کہ تکیہ متبرک جگہ ہے جہاں علم کی روشنی پھیلتی ہے پورے ہندوستان ہی میں نہیں پوری دینا کو روشن کئے ہوئے ہے تکیہ پر روحانی سکوں ملتا ہے تکیہ ہی خانقاہ اور خانقاہ ہی تکیہ ہے دونوں لازم وملزوم ہیں علم وریاضت وعبادت کے مرکز ہیں یہ تکیہ اور چلہ گاہ میں حضرت سیدنا سید بدیع الدین قطب المدار زندہ شاہ مدار علیہ الرحمہ کی دعوت وتبلیغ اسلام کے مرکز ہیں ان مقامات پر فائز جانشینان شاہ سید فقیر تکیہ داران جگہوں سے دعوت وتبلیغ کا کام کرتے تھے ایمان و اسلام کی دولت تقسیم فرماتے تھے دینی تعلیم قرآن و حدیث تفسیر قطرہ قطرہ تصوف وطریقت کا علم دینا کو دیتے تھے! اس تکیہ پر فائض شاہ فقیر تکیہ دار لوگوں میں اخلاق ومحبت اخوت شفقت بھائی چارگی پر زور دیتے تھے۔

مزید وہ خود بھی بہت بلند مرتبہ والے تھے مالی حسب نسب والے تھے انسانیت کے علمبردار تھے شاہ تھے سید تھے فقیر تھے یہ سارے القاب تکیہ داروں کی عالی لمبی بلند پائیگی کے القاب تھے اکثر شاہ علوی النسب حسنی حسینی بھی ہیں ان کی فقیری ان کی سیادت کیلئے مانع ومخالف نہیں سادات بزرگوں نے بھی

خود کو فقیر لکھا ہے اسلام و تصوف میں لفظ فقیر تذلیل و تحقیر کیلئے نہیں ہے بلکہ تعظیم کیلئے ہے فرمایا میرے نزدیک فقیر وہ نہیں ہے جس کے پاس کوئی چیز نہ ہو بلکہ فقیر وہ ہے لئے امر ہو ہر شئی میں جب شئے کو کہے ہو جا تو وہ ہو جائے کتاب ۔۔۔ صفحہ ۱۰۵ اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۳ پر لکھا ہے پھر مجھ سے فرمایا اے غوث الاعظم جب تم کسی فقیر کو دیکھو وہ فقر کی آگ میں جل گیا ہے اور فاقہ کے اثر سے تکستہ ہو گیا ہے تو اس کا تقرب ڈھونڈ و کیونکہ میرے اور اس کے درمیان کوئی حجاب نہیں بحوالہ کتاب سر حق صفحہ ۱۰۳

مردود زمانہ کے باوجود سید شاہ فقیر تکیہ از خانقاہ والوں میں بڑے بڑے علماء ظاہر وطن صوفیا عابدین صالحین ائمہ مساجد مدرسوں کے مدرس صاحبان تقویٰ اہل بصیرت بزرگ موجود ہیں کچھ ایسے بھی ہیں جو دیناو سے زیادہ دنیاوی معاملات میں پھنس گئے ہیں علم کی کمی نے ایسے لوگوں کو خود کو نہ سمجھنے دیا کہ وہ کیا ہیں اور اس سے پہلے کیا تھے ۔ بہت ضروری ہے خود پر توجہ دیں علم دین دنیا سیکھیں تو انہیں اپنی تاریخ معلوم ہو جائیگی اس قبیلہ کے کچھ بگڑے حالات کو دیکھ کر ان کے بزورگوں کے پہریا پورے کے پورے شاہ تکیہ دار انگلی نہ اٹھائیں اور انگلی اٹھانہ ہے تو اس کے پہلے اس وقت کے حالات کا جائزہ لیں کی اس وقت انسانیت کے نام پر کیا حالات تھے جبکہ انسانوں کی خرید و فروخت کرنے کی منڈی لگائی گئی تھی ڈکٹیر حکمران ظالموں کی طرح لوگوں کے ساتھ سلوک کرتے تھے حکمران اپنے تمام غلاموں سے جانوروں سے بدتر طریقے سے پیش آتے تھے راجہ و رنگ آقا و غلام ادنیٰ و اعلیٰ کی دو کڑیاں ہوتی ہیں ایک ظالم دوسرا مظلوم ایسے پُر آشوب تاریخ اور مصائب کی زنجیروں میں جکڑے مظلوموں کی مدد کون کرتا تھا ۔ اپنی جگہ سو فیصد سچے ہیں ۔ حکمران مظلوموں کی مدد سوائی تکیہ و خانقاہِ اولیا اکرام ملنگان مدار یہ اللہ والوں کے علاوہ دوسرا انکی مدد کرنے والا کوئی نہیں تھا یہ اللہ والے اولیا اکرام صرف اللہ سے ڈرتے تھے اور اسی سے محبت کرتے تھے اور اللہ ہی سے مدد مانگتے تھے خدمت خلق ان کا محبوب سلیقہ تھا ۔ ہر شخص کو اپنے سینے سے سگاتے تھے ان کو اللہ کی وحدانیت کا سبق سکھاتے تھے تکیہ خانقاہ کے اولیاء کرام نے ہندوستان میں اپنی خدمت خلق سے ہر سماج و ملت کے لوگوں کا دل جیت لیا ۔

کتاب خانقاہی نظام صفحہ ۱۴۸ ملک زادہ ڈاکٹر محمد طیب انصاری نے شعلہ سکواز پرویز صفحہ ۱۴۸ کا حوالہ دیتے ہوئے تحریر کیا ہے اصحاب کہف کا سارا واقعہ قران حکیم میں درج ہے اس کسے کی روشنی میں تکیہ خانقاہی نظام سے اس کا تعلق کیا ہو سکتا ہے جب کے اصحاب کہف اور عیسائی مذہب ظلم و ستم سے بچنے کے لئے غار میں چھپ گئے جبکہ تکیہ خانقاہ کا فقیر ملنگ کھلے میدان میں ظالموں کا مقابلہ کرتے چلے جاتے یہ ظالم خود مسلمان میں سے کیوں نہ ہوں بلکہ تکیہ خانقاہ میں ظلم و ستم کے خلاف آواز حق اٹھانے کی تعلیم و تربیت دی جاتی تھی یہ ایک ایسی خلوت ہے جس پر سے ہزاروں جلوتوں کی ہنگامیہ آرائیاں قربان کی جاسکتی ہیں صفحہ نمبر ۱۵ ابر تحریر فرماتے ہیں تکیہ خانقاہ میں اولیا اللہ عالم دین ہوا کرتے تھے تکیہ خانقاہی نظام میں علم کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے علم ظاہر و علم باطن حضرت شیخ علی ہجویریؒ کے نزدیک ظاہر علم باطن حقیقت اور علم ظاہر شریعت ہے

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ صوفیائے کرام شریعت کے پابند نہیں ہوتے ہیں وہ تہمت باندھتے ہیں اور ایسی جہالت وعدم واقفیت کا ثبوت دیتے ہیں:

کتاب خانقاہی نظام صفحہ ۱۶ پر لکھا ہوا ہے تکیہ خانقاہوں مین علم ظاہری کی اربابأ ضابطہ تعلیم دی جاتی ہو صوفیاء کرام کی تعلیم کی طرف ابتداء ہی سے تعلیم کی طرف توجہ ہوتی تھی طالب علموں کو قران حکیم حفظ کرایا جاتا تفسیر اصول تفسیر حدیث فقہ اور علم اور علم اسلام علم نحو علم صرف اور علم صرف اور علم طابہ وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی ان تمام علوم پر یہ خوبی حاصل کی جاتی اور روحانی تربیت کے لئے تکیہ خانقاہ و جولدن گاہ ہوتی خصوصاً ہر صفیر اس تکیہ خانقاہی نظام تبلیغ کی برکات بے شمار بے حساب ہیں تکیہ خانقاہ میں جو طریقہ تعلیم عروج وہ صوفیاء کرام کے علم ظاہری و باطنی میں یکتہ ہے مثال بنا دیا تھا ورنہ محض شریعت کی پابندی پر جوز ور دیا جا رہا ہے وہ روحانی و باطنی اصلاح کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا جا رہا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ منافقت پھیلتی جا رہی ہے اور اس سے اسلام کی روح مجروح ہو رہی ہے محض ظاہری طور سے شریعت کی پابندی کی جائے اور کلب سے رسول اللہ ﷺ کی عظمتو کو پامال کر دیا جائے تو اس سے بڑھ کر منافقت اور کیا ہو سکتی ہے

آگے مصنف خانقاہی نظام صفحہ ۱۹ پر لکھتے ہیں تکیہ دار خانقاہ والے اولیاء اکرام ابن تیمیہ کی طرح اور علماء کی طرح کفر وشرک اور بدعت کے فتوے کبھی صادر نہیں کئے تکیہ دار بر خلاف اپنی محبت ایسا سلوک کیا کرتے۔ انسانوں کو اپنے قریب کیا انہیں اپنے سینے سے لگایا اور اس طرح انکے تاریک سینوں کو نورانی نور سے منور کر دیا تکیہ دار خانقاہوں میں نہ صرف ظالم بادشاہوں کے خلاف آواز اٹھائی بلکہ مظلوموں کی مدد کرنا دنیا کا شیوہ بنا دیا ان تکیہ دار شاہ فقیر ملنگ کے دروازے بادشاہوں کیلئے تو بند تھے لیکن مظلوم غریبوں کیلئے ہمیشہ کھلے رہتے تھے ان کی سادگی سادہ لوحی ان کا اخلاص مخلصانہ برتاؤ ان کی شرافت شریفانہ برتاؤ وعلوم کیلئے ہمیشہ ہی مقناطیس کی حیثیت رکھتا تھا۔

تکیہ کی خانقاہ میں تعلیم کے ساتھ ادب واحترام سکھایا جاتا تھا کہ لوگ ایک دوسرے کا احترام کرنا اپنی زندگی کا حصہ بنائیں جوان تکیہ کی خانقاہوں سے تعلیم حاصل کر کے نکلتا تھا وہ اپنے زمانے کا عالم فاضل شیخ الحدیث مفتی حافظ وقاری ہوتا تھا بعد میں وہی مبلغ اسلام ہوتا تھا دین اسلام کی تبلیغ کرتا یہ جو کہا جاتا ہے شاہ فقیر تکیہ دار بھیک منگے ان پڑھ ہوتے ہیں تو بتائے ان پڑھ جاہل دین اسلام کی تبلیغ کیسے کرتے تھے اکابر اولیاء، صوفیہ، محدث اس قبلہ تکیہ دار شاہ میں بھی ہوئے یہ سچائی ہے اور اپنی جگہ اٹل ہے کہ ہمیشہ دین کا کام تکیہ خانقاہ کے ذریعہ ہوتا رہا اور دعوت اسلام کا کام جاری رہا اس سے کسی کو انکار نہیں

تاریخ کا مطالعہ بہت ضروری ہے کہ دیوبند، بریلی سلفی جو دین کو اہل حدیث کہتے ہیں ان کی بنیاد بہت بعد میں رکھی گئی اس طرح تعلیم حاصل کرنے کے مرکز پڑھنے پڑھانے کے مدرسے اور علوم وفنون کے ادارے بہت بعد میں قائم کئے گئے تھے۔ کہ علیگڑھ عثمانہ یونی ورسٹی، حیدرآباد دیوبند ندوۃ العلماء جامعۃ الاصلاح اشرفیہ مبارکپور شبلی کالج اعظم گڑھ مورخوں کی ذہن میں یہ بات ہونی چاہیئے کہ ان تعلمی مرکزوں

کے قیام سے پہلے لوگوں کو کہاں سے تعلیم ملتی تھی ان کے تعلمی خدمات کون انجام دے رہا تھا آج کے لکھنے والے مورخ مصنف تکیہ داروں کی خانقاہوں کو برا کیوں کہتے ہیں اور کیوں برا لکھتے ہیں کم سے کم اس سے تو اجتناب برتنا چاہئے ہوسکتا ہے کہ ان کے اباء واجداد تکیہ دار خانقاہوں میں تعلیم حاصل کئے ہوں ۱۸۶۶ء میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد پڑی اس کے بعد منظر السلام ومظہر السلام کی بنیاد پڑی اس کے کچھ آگے پیچھے فرنگی محلی لکھنؤ کی شہرت ہوئی سوال یہ ہے کہ کیا ۱۸۶۶ء سے پہلے ہندوستان میں تکیہ داروں کی خانقاہی نظام تعلیم کے علاوہ کیا تعلیم حاصل کرنے کے لئے صدیوں کوئی اور ذریعہ تھا اگر نہیں میں جواب ملتا ہے تو ثابت ہے کہ صرف تکیہ داروں کی خانقاہوں میں تعلیم کا سلسلہ قائم تھا اللہ والے اولیاء اکرم وصوفیہ، شاہ فقیر علماء تکیہ والے اپنے تکیہ سے علم کی روشنی دور دور تک پھیلا رہے تھے۔

اسی تکیہ کی جگہ سے تبلیغ دین کے کام شروع تھے اور اس سے دعوت دین کا کام کے سلسلہ کو قائم رکھنے کیلئے قادریہ چشتیہ، مداریہ، نقبندیہ سلسلہ والے پیش پیش تھے۔ چاروں سلسلہ والے مذہب اسلام کی دینی تبلیغ اور دعوت دین کے کام میں اپنے اپنے طریقوں سے درس دینے اور دین کو پھیلانے میں مصروف تھے ان سلسلہ والوں کے یہاں برہمنیت ذہن کے لوگ نہیں تھے نہ ہی ان کے یہاں اور اونچ نیچ راجہ رنگ چھوا چھوٹ اعلی ادنی کی کوئی بات نہیں تھی نہ ہی برہمن دستور رسم کا بھید بھاؤ اچھوتوں جیسی کوئی مہلک رہا نہیں تھی جو بھی ان تکیہ دار خانقاہ والوں کے پاس آیا انھیں کا ہو کر رہ گیا اللہ والے شاہ فقیر تکیہ دار خانقاہ والوں کے پاس آیا انھیں کا ہو کر رہ گیا اللہ والے شاہ فقیر تکیہ داروں نے صرف ہاتھ ہی نہیں ملایا بلکہ سب کو اپنے سینے سے لگایا سچائی یہی ہے کہ تمام علمی ادارے تکیہ کی خانقاہی تعلیم کے بعد قائم کر کے شروع کئے گئے۔ سن ۱۸۶۶ میں دیوبند کی بنیاد مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ڈالی ۱۸۷۵ میں سر سید احمد نے محمڈن انگلو اورنیشنل کالج کی بنیاد رکھی جو بعد میں مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے نام سے مشہور ہو گیا ۱۸۹۴ ندوۃ العلماء کا قائم کیا گیا تھا۔ جس کو سرانٹونی سیکڈنل نے سن ۹۹-۱۸۹۸ میں تباہ و برباد کر دیا تھا اور اردو ٹائمس ۱۲ جنوری ۲۰۱۱ کو بروز جمعہ لکھتا ہے حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے مسلمانوں کی خاطر نئے تعلیمی ادارے دارالعلوم بریلی شریف کی بنیاد ۱۹۰۴ میں رکھی حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب سلسلہ قادریہ برکاتیہ کی عظیم خانقاہ برکاتیہ ماہرہ کے بزرگ سید شاہ آل رسول مہاروی سے بعیت ہوئے اور اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے اور ۱۹۶۳ میں مرکزی سلفیہ بنارس کی بنیاد رکھی گئی تھی اس طرح سلسلہ والے تکیہ خانقاہ کی تعلیمی مرکزی اہمیت کی جگہ آہستہ آہستہ مدرسوں نے لے لی اگر تکیہ داروں کے خانقاہی نظام تعلیم نہ ہوتے تو شاید آج ہندوستان میں دین اسلام کے علماء اکرم مفتی حافظ وقاری مولوی مبلغ اسلام مفکر اسلام نہ پیدا ہوئے اور نہ مسلمانوں کے پاس دینی تعلیم ہوتی نہ دیوبند نہ بریلی نہ علیگڑہ مسلم یونیورسٹی نہ ندوۃ االعلماء نہ بنارس میں سلفیہ نہ دیگر مدرسے قائم ہوتے۔

تکیہ داروں کو مغل بادشاہوں نے مافیاں کیوں دی؟

سرکاری وظائف معافیوں اعطیہ سرکار تکیہ داروں کو زمینوں کو کیوں دیا مغل بادشاہوں نے بلا ضرورت نہیں بے مقصد واستعمال کے لئے زمین معافیہ عطیہ سرکار نہیں دئے تھے جو بھی آئے ایرا غیرہ نتھو خیرا کو زمینوں کے معافیہ اور وضائف لے جائے بلکہ اپنے زمانے کے بڑے بڑے علماء کو دئے تھے جو کہ اپنے زمانے کہ تکیہ دار خانقاہ والے اولیاء اکرم شاہ صوفی ہوتے تھے وہ لوگ نہایت متقی مہذب ہوتے تھے ان تکیہ داروں کا قدیم پیشہ پڑھنا پڑاھانا ہوتا تھا۔علم کی بارش کرنا ان کا مقصد ہوتا تھا یہاں خاص نوٹ کرنے والی بات یہ ہے کہ ظالم ڈکٹیریوں کے وحشی دور میں جاہل بھیک منگے تعلیم نہیں دے سکتے تھے جاہل کو علم کی تعلیم دے سکتا تھا ایک بھک منگا نہیں ہاتھ پھیلانے والا لوگوں کے ٹکڑوں پر پلنے والا جاہلوں کو کیسے تعلیم دے کر علم والا بناتا تعلیم تو وہی دے سکتا ہے جو خود پڑھا لکھا ہو اور علم پر ماہر ہو شاہ تکیہ دار خانقاہی نظام تعلیم کا امین ہوتا ہے بھیک مانگنے والے کوئی اور ہو سکتے ہیں

تکیہ دار خانقاہ والوں کا دشمن کون ہے

حکمراں مہربان الملک اپنی علمداری کے لئے سنی علماء اور ان کے مدارس کے تکیہ وخانقاہ کے جاگیریں وظائف اور مغلوں کی دی ہوئی معفیاں عطیہ سرکار سب مہربائل الملک نے بے سلطنت ضبط کر لی تھی تمام علماء جو اپنے وقت کے صوفیاء کرام تکیہ دار خانقاہ والے شاہ فقیر کہلاتے تھی شب روز دین اسلام کا علم درس دیتے تھے۔ ہمیشہ سے ہر وقت درس وتدریس میں مشغول رہتے تھے کبھی کچھ ضبط کرتے تھے حکمراں مہربان الملک شیعہ عقیدہ شیعت کی نشرواشاعت چاہتا تھا مہربان الملک اسی عناد ودشمنی میں خانقاہی سنی علماء صوفیائی کے وظائف بند کردے۔معافیاں چھین لیں۔

تکیہ خانقاہ جو اس زمانے کے علماء ملنگ صوفیاں مبلغین اسلام ہوا کرتے تھی ان کے ذریعہ معاش تعلیم وتعلم کا ذریعہ معافیاں و ظاف ہوا کرتے تھے ان کے وظائف جاگیری معافیہ سرکاری آمدنی کا ذریعہ ہوا کرتے تھے اولیاءکرام صوفیائے کرام فکر معاش سے آزاد ہو کر زندگی بسر کرتے چلے آئے سب کچھ شیعوں حکمراں مہربان الملک نے ضبط کر لیا حکمراں مہربان الملک کے ضبطی کے بعد کیا ہوا آپ بھی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں

تکیہ خانقاہ کے مدارس

تکیہ وخانقاہ میں ہزاوں طالب علم تعلیم حاصل کرتے تھے وہ بند ہو گئے تکیہ وخانقاہوں سے خورد ونوش پوشاک ورہائش طالب علم کے انتظام مکمل برباد ہو گئے۔جاگیریں وظائف معافیاؤں عطیہ حکومت تکیہ خانقاہی نظام تعلیم کی کافی ہوتی تھی وہ بندگی ضبطی کے لئے تکیہ کی خانقاہی تعلیم مرکز برباد ہو گئے ہزاروں بچے تعلیم پانے سے محروم رہ گئے اور بے علم رہ گئے علامہ غلام آزاد بلگرامی اپنی کتاب تحسیتہ المرجان میں اسی بات کا ذکر کیا حکمران مہربان الملک کی خواہش تھی کہ اولیاءاکرام تکیہ دار جو اپنے وقت کے

پائے کے عالم تھے جو سنی عقیدہ کے ترجمان تھے معلم کا کام انجام دیتے رہتے تھے علم دین و درس تدریس کو تکیہ داروں کی خانقاہوں میں جاری رکھے ہوئے تھے وہ کسی بھی صورت میں شیعہ عقیدہ کے ترجمانی کریں یہ شیعہ مذہب اختیار کر کے شیعہ مذہب کی اشاعت کی جب ان تکیہ کے علماء اکرام نے حکمراں مہربان الملک کی باتوں کو ماننے سے انکار کر دیا تو انتقام لیتے ہوئے مہربان الملک نے خانقاہی مدرسوں کو بند کرنے کے بجائے اولیاء اکرم ملنگان اکرم تکیہ دار شاہ فقیروں کی جائداد کو ضبط کر لی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تکیہ کے خانقاہی نظام تعلیم طالب علموں کے لئے خود بخود بند ہو گئے مدارس سلسلہ مداریہ کسی سے سمجھوتا نہ کیا نہ ہی اپنے ایمان کا کسی سودہ سے سودا کیا۔ اگر انگریزوں سے جنگ کرنے کی نوبت آئی تو ان سے بھی لڑتے رہے۔ حالات سے سمجھوتا نہیں کیا۔ رشوت خور نہیں بنے اگر انہونے حالات سے سمجھوتہ کرلیا ہوتا تو مداریہ سلسلہ ہی کا ڈنکا بجتا کیونکیہ اس زمانے میں مداریہ سلسلہ کے مرکز مکن پور شریف میں عرس مدار العلمین میں پانچ چھ لاکھ لوگ شامل ہوتے تھے تو آج یہ تعداد دس بیس لاکھ لوگوں کے ہجوم میں ہوتا لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا بلکہ مداریہ سلسلہ والے اپنے دین اسلام کی دفع کے لئے اور وہ اپنے ملک ہندوستان کی آزادی کے لئے ۱۶۵۹ء میں انگریزوں کی حکومت سے کشمکش شروع ہو چکی تھی اب جنگ کے حالات پیدا ہو چکے تھے حالات اتنے خراب ہو چکے تھے سوائے مقابلہ آرائی کے کوئی راستہ نہیں بچتا تھا۔ یہی وجہ تھی کی مداریہ سلسلہ والوں کا عروج زوال کا سبب بن گیا اب اس طرح مداریہ سلسلہ والے ہندوستان میں تنہا چاروں طرف سازشیں مداریہ سلسلہ کی خلافت شروع ہو گئی تھی۔ انگیزوں کی عیسائی مشنری اور نواب راجے مہاراجہ تاجر بنتے اور سازش کرنے والے ایک طرف ہو گئے چاورں طرف سے دشمنوں سے گھیر گئے تھے اور دشمن مداریہ سلسلہ والوں کو مٹانے والو کے لئے پوری طاقت جھوک دی تھی تا کہ مداریہ سلسلہ والے ہمیشہ ہمیشہ کو ختم ہو جائیں اور آہستہ آہستہ سازش کار اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئی ہلنکہ ایک وقت میں ایک وقت ایسا بھی تھا کہ پورے ہندوستان میں دینی خدمات کو لے کر دعوت دین کو گھوم گھوم کر دین کے اشاعت کرتے تھے اور دین کو پھلانے کے لئے ڈنکہ مداریہ سلسلہ والوں کا بجتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شہنشاہ وقت شاجہاں نے مداریہ سلسلہ والوں کو دینی خدمات کے عوض معافیہ وظائف عطیہ سرکار دیگر جگہ بجگہ دین اسلام پھلانے کے لئے تکیہ قائم کر رہے تھے۔ دارہ شکوہ نے اپنی کتاب صفینۃ اولیاء میں تحریر کیا ہے کہ ہندوستان میں سب سے بڑا عرس سید بدیع زندہ شاہ مدار کا لگتا تھا جس میں چھ لاکھ لوگ شامل ہو کر فیضیاب ہوتے تھے۔ سلطان شاہ جہاں نے مداریہ سلسلہ والوں کو ایک پروانہ لکھ دیا تھا۔ کہ تم لوگ جب ہدایت اور دین کی تبلیغ کے لئے خاقہ اپنے ساتھ جلوس کا سازو سامان لے جاؤ جہاں جاؤ گے تو اخراجات کے انتظامات وہاں کے مکین لوگ کریں گے۔ اس فرمان سے ثابت ہے کہ مداریہ سلسلہ والے گھوم کر دین اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ سلطان ابراہیم شرقی جون پور نے حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ علیہ الرحمہ کا مرصع مزار کا تعمیر کرایا تھا۔ اور اا سائش وزیبائش سے

آراستہ کروایا۔اور حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار کا مرید بھی ہوا۔اور بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے سنگمرمر کی جالیوں کا کام کروایا تھا دیگر اور اہم تعمیرات بھی کروایا تھا عالمگیری جامع مسجد صدر گیٹ مسافر خانہ وغیرہ جو قرنوں صدیوں کے بعد بھی آج تک قائم وائم ہے! اسلام کی تبلیغ وارشاعت کا مرکز مکن پور تھا جہاں سے مبلغ اسلام صوفیاء علماء ملنگ شاہ تکیہ دار فقراء کو تبلیغ دین کیلئے ۔ملک کے ہر گوشہ میں بھیجا جاتا تھا یہی وجہ تھی تمام سلاطین ملک مکن پور شریف کو مرکز اسلام کی نظر سے دیکھتے۔اور احترام کرتے تھے۔ایک وقت آیا جب ۱۷۶۳ء میں سید مجنون شاہ ملنگ مداری تکیہ دار خانقاہی سے انگریزی حکومت کے پہلے لارڈ گورنر جنرل کلائیو سے مادر وطن ہند کی ازادی کیلئے جنگ شروع ہو چکی تھی انگریز سازش کے تحت پورے بھارت پر اپنا قبضہ کر رہے تھے سید مجنون شاہ مداری میوائی تکیہ دار خانقاہی نے انگریز کی سازش کو بھانپ لیا تھا اور جنگ چھیڑ دی تھی کہ انگریز کسی قیمت پر ہندوستان کی حکومت پر قبضہ نہ کر پائیں شہید مکن شاہ مداریہ نے ساتھ ملکر کسان ومزدوروں کی قیادت کی تھی اور انگریزوں کے خلاف جنگ لڑی تھی مداریہ سلسلہ کے علمائے کرام صوفیاء فقراء ملنگ حضرات انگریزوں سے میدان جگ میں لڑ رہے تھے انگریزی حکومت مداریہ سلسلہ کو اپنا دشمن نمبر ایک مانتی تھی ہر جگ سے تلاش کر کے ان کو پھانسی پر لٹکا دیتی کہ لوگ عبرت ونصیحت لیں انگریزوں سے مخالفت کرنے کا انجام کیا یہی ہے؟ اور عوام ڈر کر بغاوت کا خیال دل دماغ سے نکال دیں نہیں تو موت کے انجام کیلئے تیار رہیں۔

ملک ہندوستان کی تاریخ میں مداریہ سلسلہ تکیہ دار شاہ فقراء ملنگ حضرات کی قربانی اپنے آپ میں ایک مثال ہے ان مداریہ حضرات کی قربانیوں کا ذکر تک نہیں کرتے لوگ اسے اپنی طرف منسوب کر کے خوب لکھتے اور تشہیر کرتے ہیں جبکہ اس گروہ کا وجور ہی ۱۸۵۷ء کی دوسری جنگ آزادی کے بعد ہوا ہے اور سید مجنوں شاہ مداریہ تکیہ دار خانقاہ والے نے ۱۷۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی شروع کر دی تھی جو بہت لمبے عرصے تک جاری رہی۔

کچھ شیعہ جو ہندوستان کی بعض خانقاہوں میں پیدا ہو گئے تھے اور ان خانقاہوں میں چند حضرات سنی رہ گئے تھے ان سے سنیت خانقاہیت باقی رہ گئی اور ان شعیہ گروہ کے لوگوں سے دوبارہ سلسلہ مداریہ اور خانقاہ مداریہ کے خلاف شعلہ فشانی ہوئی سلسلہ مدرایہ کے خلاف کتاب لکھ کر سلسلہ مداریہ کو محدوم اور بے خلافت سوخت کہا جانے لگا کتاب خاندان برکات کو حوالہ سے یہ بات ثابت ہے بلگرام میں حیرت ہے ایک گھر سادات کا سنی بچا تھا۔

گونڈہ اور بلرام پور کے حضرات
رسالہ "رہبرنور"
حاصل کرنے کیلئے رابطہ کریں۔
مفتی الشاہ مولانا غلام یحیٰ مصباحی وقاری
موبائل نمبر: 9839590773

کیا قربانی کرنا ظلم اور بے رحمی ہے

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک خدا کے قائل اور دوسرے منکر ہیں جو جانتے ہی نہیں کہ رحم کیا ہے اور ظلم کس جانور کا نام ہے۔ وہ قربانی پر اعتراض ہی نہیں کر سکتے۔ ہاں جو لوگ خدا کے قائل ہیں اور کسی نہ کسی مذہب کو مانتے ہیں۔ وہ صرف رحم اور ظلم کے نام کو ہی جانتے ہیں ان دونوں لفظوں کے مفہوم حقیقی سے آشنائے محض ہیں اس ناسمجھی کی وجہ سے وہ قربانی پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ مسلمان بڑے ظالم ہیں وہ جانوروں کو ذبح کر کے کھا جاتے ہیں اور وہ بڑے ہی بے رحم ہیں جو بتیا کرتے ہیں۔ اس قسم کے اعتراض کرنے والے لوگ بے چارے کسی حد تک معذور بھی ہوتے ہیں۔ کیوں کہ وہ غریب ظلم ورحم کو جانتے ہی نہیں۔

لہٰذا ان معترضوں کی حالت پہ ہمیں رحم آتا ہے۔

اگرچہ وہ اپنی حالت سے اسلام پر اعتراض کر کے اپنی عقل وسمجھ پر ظلم کرتے ہیں۔ مگر چونکہ ہمارا کام رحم کرنا ہے۔ اس لئے ہمیں رحم آہی جاتا ہے۔ ایسے معترض غور سے اس اعتراض کا جواب سنیں۔

کیوں صاحب، کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاہین اور شکرہ وغیرہ پرند جانور کتنے بڑے بے رحم جانور ہیں جو پرندوں کو پکڑ کر کھا جاتے ہیں ذرا بھی ان پر رحم نہیں کرتے اور شیر و چیتے کیسے ظالم کہ جنگل کے جانوروں کو چیر پھاڑ کر بے ڈکار ہضم کر جاتے ہیں؟

صاحب عقل وخرد انسان تو ان جانوروں کو ظالم اور بے رحم کہہ نہیں سکتا۔ ان جانوروں کی غذا خالق ارض وسماء گوشت ہی بنائی ہے اور انھیں اوزار بھی ایسے ہی دیئے ہیں وہ اپنی فطرت سے مجبور ہیں کہ دوسرے جانوروں کو چیر پھاڑ کر اپنا پیٹ بھریں اگر جانوروں کو ذبح کرنا ظلم ہوتا تو اللہ تعالیٰ شکاری اور گوشت خور جانوروں کو پیدا ہی نہ کرتا۔ اگر پیدا کیا تھا تو انکا پیٹ بھرنے کیلئے کھیتی باڑی کا انتظام کرتا اگر ہم انکو ذبح نہ کریں تو وہ خود بیمار ہوکر مر جائیں گے۔ اس لئے جانوروں کا ذبح کرنا منشائے ربانی اور اقتضائے فطرت ہے۔

اب ذرا ان رحم رحم پکارنے والوں کے رحم کی حقیقت بھی سن لیجئے۔ اگر یہ ایسے ہی دھرماتما اور جانوروں پر رحم کرنے والے ہیں، تو ان جانوروں سے ہل کیوں چلواتے ہیں؟ ان پر سواری کیوں کرتے ہیں؟ ان کے بچے باندھکر خود دودھ مزے سے پیتے ہیں کیوں؟ کیا یہ تمام باتیں بے رحمی کی نہیں ہیں؟

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اشرف کی صحت کیلئے ازرل مارا جاتا ہے۔ اگر سر میں جوئیں پڑ جائیں تو محض انسان کی آرام کیلئے ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر ذبح وقربانی پر ہی اعتراض کیوں؟ بس جب ہم قانون الٰہی میں یہ نظارہ دیکھتے ہیں تو پھر کس کی ہمت وجرآت ہے جو ذبح کو منشائے الٰہی کے خلاف ظاہر کر سکے۔ جب موت ضروری ہے تو ذبح ظلم نہیں ہو

سکتا۔ جولوگ ذبح کوظلم سمجھتے ہیں وہ عقل وخرد سے بے بہرہ اور قانون الٰہی سے نا آشنا ہیں؟

قربانی کا ثواب

بنی محترم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کی جس شخص نے دنیا میں خدا کیلئے قربانی کی ہوگی، جب وہ قبر سے زندہ اٹھے گا تو اپنی قبر کے سامنے اس قربانی کو کھڑا پائیگا۔ اسکے بال سونے کے تاروں، آنکھیں یاقوت کی اور سینگ خالص سونے کے ہونگے۔ وہ شخص کہے گا تو کون ہے؟ میں نے تجھ سے زیادہ حسین وجمیل کسی کونہیں دیکھا۔ وہ کہے گا میں تیری ہی قربانی ہوں جسکو تو نے دنیا میں خدا کے لئیے ذبح کیا تھا، اب تو میری پیٹھ پر سوار ہو جاوہ شخص اس سواری پر سوار ہو جائیگا۔ وہ اسے آسمان و زمین میں لے جا کرعرش کے زیرسایہ کھڑا کردیگی''

ایک دوسری جگہ فرمایا'' جب بندہ اپنی قربانی زمین پر پچھاڑتا ہے اور ذبح کرتا ہے تو اسکے خون کا پہلا قطرہ اسکے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور اسکے ہر ہر بال کے عوض ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے''۔

لوگو! خبردار ہو جاؤ کہ قربانی آدمی کونجات دلاتی ہے۔ وہ اپنے صاحب کو دنیا وآخرت میں بڑائی دیتی ہے۔ فخر دو عالم نور مجسم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے'' جس نے قربانی کی اس نے گویا اپنے نفس کو دوزخ سے آزاد کیا، قربانی کا جانور پل صراط پر سے ایسا گذریگا جیسے بجلی چمک گئی۔ مسلمان ہمیشہ عیدالاضحیٰ مانتے اور قربانیاں کرتے ہیں مگر اسکی حقیقت اور مقصد کو مدنظر نہیں رکھتے صرف اتنا جانتے ہیں کہ قربانی پل صراط پر سواری کا کام دے گی اور بس یہ ہے انکی قربانیوں کا کائنات وہ اسکے مغز وحقیقت کو جانتے ہی نہیں اور صرف چھلکوں پر قناعت کیئے بیٹھے ہیں۔

قربانی خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کیلئے کی جاتی ہے اور اس امر میں امت محمدی تمام پہلی امتوں سے سبقت لے گئی ہے یہ قربانیاں جو ہماری روشن شریعت کے ماتحت ہوتی ہیں احاطۂ شمار سے باہر ہیں۔

یہ عظیم البرکات کام ہمارے دین میں ان کاموں میں سے شمار کیا گیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے قرب اور اسکی رضاء کے موجب ہوتے ہیں۔ قربانی کے جانور اس سواری کیطرح سمجھے گئے ہیں جو بجلی سے مشابہ ہو اور جنکو بجلی کی چمک سے مماثلت ہو اس مماثلت وتشابہ کی وجہ سے ذبح ہونے اولے جانوروں کا نام قربانی رکھا گیا ہے۔

احادیث میں آیا ہے کہ یہ قربانیاں خدا تعالیٰ کے قرب اور ملاقات کا موجب ہیں۔ مگر اس شخص کیلئے جو اخلاص، خدا پرستی اور ایمانداری سے کرتا ہے۔

قربانی اسلامی عبادتوں میں سے ایک بزرگ ترین عبادت ہے اور اسی لئے قربانی کا نام عربی میں ''نسکیہ'' ہے اور نسک کے معنیٰ ہیں اطاعت وفرمابرادری کے۔ خدا تعالیٰ کا حقیقی پرستار اور سچا عابد وہی ہے جو اپنی تمام خلاف شرع قوتوں، ناجائز خواہشوں اور خدا سے الگ کرنے والے محبوبوں کو اپنے رب کی رضا جوئی فرمابرداری کیلئے ذبح کرڈالے۔

یہی قربانی کی روح اور اسکی غرض یہی دلی بیداری اور جذبہ محبت واطاعت کی آبیاری وپرورش ہے۔ ا

حج ادا کرنے کا طریقہ

حج اسلام کا ایک بڑا رکن ہے جس کی فرضیت قرآن مجید سے ثابت ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔نماز، روزہ محض بدنی عبادات ہیں اور زکوۃ محض مالی عبادت ہے۔حج ان دونوں کو جامع ہے اس لئے کہ اس میں جان کی محنت و مشقت ہے اور مال کا بھی خرچ ہے۔گویا حج حق تعالیٰ کی دی ہوئی جان و مال کی نعمتوں کا یکجائی شکریہ ہے جس کا ادا کرنا عمر میں ایک بار فرض کیا گیا ہے۔

حَجِ بیتُ اللہ کی تاکید اور فضیلت

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَاللہ علی الناس حج البیت من استطاع الہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العلمین۔

اور ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے لئے بیت اللہ کا حج فرض ہے جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہیں اور جو انکار کرتے تو بیشک اللہ تعالیٰ ساری کائنات سے بے نیاز ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کے پاس زادراہ سواری موجود ہے جو اس کو بیت اللہ تک پہونچا سکے اور پھر بھی حج نہ کرے تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

جس شخص کو حج سے روکنے والی کوئی ضرورت یا مجبوری نہ ہو اور حج کرے وہ چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔یعنی ایک مسلمان کے لئے اگر استطاعت ہو تو حج کا ادا کرنا ضروری ہے بے وجہ ادا نہ کرنے والے مسلمان میں یہود و نصری' والی خصلت موجود ہے جیسا کہ وہ دین کے فرائض میں سستی وغفلت کرتے تھے یہ بھی سستی وغفلت برت رہا ہے۔

امیرالمومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے۔میرا دل چاہتا ہے کہ چند نوجوانوں کو بھیجوں تا کہ وہ ایسے لوگوں کی تحقیق کر کے جن پر حج فرض ہے اور پھر بھی حج ادا نہیں کرتے ان کے گھروں کو آگ لگا دیں اور ان کو قتل کر دیں واللہ میں ایسے لوگوں کو مسلمان نہیں سمجھتا۔

یہ جملہ کئی بار حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک دوسری جگہ روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ''ایسے لوگوں پر کفار کی طرح جزیہ مقرر کرنا چاہئے کیونکہ وہ مسلمان نہیں ہیں''

حج کن لوگوں پر فرض ہے

حج فرض ہونے کی چند شرطین ہیں۔مسلمان ہونا اور عاقل و بالغ ہونا اور آزاد ہونا تندرست اور صحیح وسالم ہونا۔سفر خرچ اور زادراہ کا موجود ہونا حوائج ضروریہ اور اہل وعیال کے خرچ سے زائد ہو۔راست کاموں اور محفوظ ہونا عورت کے لئے محرم یا خاوند کا ہونا محرم سے مراد ہے وہ عاقل اور بالغ مرد جس سے قرابت یا رضاعت صہریت اسرال کی وجہ سے شرعاً اس

عورت کا نکاح حرام ہو۔

حج صحیح ہونے کا شرطین

حج تین طرح کیا جاتا ہے۔اول یہ کہ صرف حج کا احرام باندھنا اسکو افراد کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھنا اسکو قران کہتے ہیں۔تیسرے یہ کہ حج کو مہینوں میں۔

اول عمرہ کا احرام باندھنا پھر عمرہ کے افعال پورے کر کے حلال ہو جانا اور اسی سال پھر حج کا احرام باندھنا اس کو تمتع کہتے ہیں ان تینوں صورتوں میں فرض حج ادا ہو جائیگا مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قران افضل اور اولی ہے۔

مکہ مکرمہ کے چاروں طرف مکہ مکرمہ میں داخل ہونے والوں کیلئے جگہ مقرر ہے جس کو میقات کہتے ہیں اس سے بغیر احرام باندھنا کا طریقہ یہ ہے کہ غسل یا وضو کر کے اور دو کپڑے چادر اور لنگی پہنے دو رکعت نفل پڑھ کر حج یا عمرہ دونوں کی نیت کرے اور تلبیہ پڑھے پھر ان تمام امور سے بچے جو حالت احرام میں منع ہیں۔

یہ ہے کہ حجر اسود کے سامنے کھڑا ہو اور طواف کی نیت کرے اور نماز کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے پھر ہاتھ چھوڑ کر حجر اسود کو بوسہ دے اس بوسہ دینے کو استلام کہتے ہیں، استلام کے بعد داہنی طرف کو دورانے کی طرف چلے کہ بیت اللہ بائیں طرف رہے اور دعا پڑھتا رہے جب تمام بیت اللہ کا چکر لگا کہ حجر اسود پر آئے تو پہلے کی طرح بوسہ دے مگر ہاتھ نہ اٹھائے اب ایک شرط پورا ہو گیا اسی طرح سات شرط پورے کرے پھر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھے پھر ملتزم پر آئے اور خوب سیر ہو کر پانی پیئے اور خوب دعا مانگنے یہ جس طواف کا ذکر کیا گیا ہے طواف قدوم کہلاتا ہے جو باہر سے آنے والے کیلئے سنت ہے۔

آب زم زم پی کر پھر حجر اسود کو بوسہ دے اور کوہ پر آئے اور بیت اللہ کی طرف رخ کر کے دونوں ہاتھ اٹھا کہ تکبیر تہلیل کہے اور خوب دعا مانگے اور پھر کوہ مروہ کی طرف میانہ روی سے چلے اور ذکر اللہ کرتا رہے پھر مروہ پر چڑھے اور تکبیر و تہلیل کہے اور دعا منگے یہ ایک شرط ہو گیا اسی طرح سات شرط پورے ہو گئے اگر ا افراد کی نیت کی ہے تو طواف قدوم اور سعی کے بعد احرام باندھے ہوئے مکہ مکرمہ میں قیام کرے اور اگر قرآن کا احرام باندھا ہے تو اول عمرہ کا طواف قدوم اور سعی کرے اور احرام باندھے ہوئے مکہ مکرمہ میں قیام کرے اور اگر تمتع کی نیت ہے تو عمرہ کا طواف اور سعی کر کے سر کے بال منڈوا کر حلال ہو جائے پھر حج کے موقع کا احرام باندھے گا مکہ مکرمہ میں جس قدر ہو سکے نفل طواف کرتا ہے۔ اگر مفرد یا قرن ہے تو نیہا ورنہ ۷ تاریخ کو دن میں ۸ تاریخ کو شب میں حج کا احرام باندھ لے اور ۸ تاریخ کو طلوع آفتاب کے بعد منیٰ کی جانب روانہ ہو اور مسجد کے قریب قیام کرے اور پانچ نماز میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر وہاں پڑھے ۹ تاریخ کو صبح کو عرفات کو روآنہ ہو وادی عرفہ کے علاوہ جس جگہ چاہے قیام کرے پھر زوال سے پہلے غسل کر کے مسجد نمرہ میں جائے اور امام کے ساتھ ظہر اور عصر کی نمازوں کو ظہر کے وقت اکٹھا پڑھے نماز سے فارغ ہو کر اپنی قیام گاہ پر جائے جبل رحمت کے قریب امام خطبہ پڑھے گا اس کو سنے اور شام تک ذکر اللہ دعا اور درود میں مشغول رہے۔ غروب

آفتاب سے پہلے ہی سکون کے ساتھ ذکر الٰہی کرتا ہوا مزدلفہ کی جانب روانہ ہو مزدلفہ پہنچ کر عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء دونوں ملا کر پڑھے اور یہاں رات گذارے یہ رحمت و برکت کی بڑی عجیب وغریب رات ہے اس رات کو جاگنا اور عبادت میں گذارنا مستحب ہے طلوع فجر کے وقت سے مزدلفہ کے وقوف کا وقت ہے سویرے نماز فجر پڑھ کر مشعراحرام پر جائے دعا اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔

طلوع آفتاب سے پہلے سکون و وقار کے ساتھ ذکر اللہ کرتا ہوا منیٰ کو روانہ ہو اور منی میں پہنچ کہ صرف جمرہ عقبٰی کی رمی کرے رمی کا طریقہ یہ ہے کہ جمرہ کے سامنے کھڑا ہو کہ سات کنکریاں یکے بعد دیگر سے اللہ اکبر کہہ کر جمرہ پر مارے پہلے دن کی سات کنکریاں مزدلفہ سے لینا مستحب ہے جمرہ عقبٰی کی رمی کے بعد اول قربانی کرے پھر سر منڈوا کر حلال ہو جائے قربانی کرنا قران اور تمتع پر واجب ہے اور سفر کے لئے مستحب ہو۔

ذبح اور حلق کے بعد مکہ مکرمہ آنے اور طواف زیارت کرے جو حج کا آخری رکن ہے۔طواف زیارت کا وقت دسویں تاریخ کی صبح سے بارھویں تاریخ تک ہے لیکن افضل یہ ہے کہ دسویں تاریخ کو مکہ مکرمہ آکر طواف زیارت کرے اور پھر منیٰ لوٹ آئے ان راتوں کو منیٰ میں گذارنا سنت ہے پھر گیارھویں اور بارھویں تاریخ کو تینوں جمرات کی رمی کرے پہلے جمرہ اولی کی پھر جمرہ وسطی کی پھر جمرہ عقبٰی کی ۱۳ تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے بلا کراہت منیٰ سے آسکتا ہے اور غروب آفتاب کے بعد آنا مکروہ ہے اور اگر ۱۳ تاریخ کی صبح ہوگئی تو اب بغیر امن دن کی رمی کے آنا جائز نہیں ہے۔تینوں دن کی رمی سے فارغ ہو کہ مکہ مکرمہ آجائے جب مکہ مکرمہ سے رخصت ہونے کا ارادہ ہو تو رخصتی اور آخری طواف کرے اور اس طواف کا نام طواف صدر اور طواف وداع ہے جو باہر والوں پر واجب ہے۔

فرائض حج

۱۔۱۰ احرام ۲۔ وقوف عرفات ۳۔طواف و زیارت ہیں اگر ان میں سے کوئی بات چھوٹ گئی تو حج ادانہ ہو گا۔

واجبات حج

وقوف، مزدلفہ، صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا رمی جمرات حلق قصر اور باہر والوں کے لئے طواف وداع اور قارن اور متمتع کے لئے قربانی کرنا باقی اموسنن اور مستحبات ہیں۔

ادیب مکن پوری

خدا کو پایا رسول زماں کے صدقے میں
نبی ملے ہیں مدار جہاں کے صدقے میں
یہی سمجھ کے نہ رکھتے عباد نافہمو
کہ دین پایا ہے اس آستاں کے صدقے میں

سید عبدالرحمٰن عرف حاجی ملنگ رحمۃ اللہ علیہ

سید مقتدیٰ حسین جعفری

ایک ایسا مینارہ نور جس کی ضیابار کرنوں سے پورا جنوبی ہندوستان روشن ھے۔

ابتدائے آفرینش سے آج تک لاتعداد انسان اس کرہ زمیں پر آئے اور فنا ہو گئے۔ ہر نیا دور سابقہ دور سے ترقی یافتہ رہا ہے قدیم دانشوروں اور فلاسفروں نے تحقیق سے جو نتائج حاصل کئے ہیں وہ یہ کہ قدرتی چیزوں میں باہمی کشمکش ہے جو چیز طاقتور ہے وہ کمزور پر غالب آ کر اسے فنا کر دیتی ہے۔ اسلئے مذہب اسلام نے روح و مادہ کے توازن کو برقرار رکھنے کیلئے ایک مکمل نظام حیات دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

اسلام نے جہاں دنیا داری کی مذمت کی ہے وہاں رہبانیت کو بھی منع فرمایا ہے اور وہ صحیح درمیانی راستہ جو خدا اور بندے کے درمیان ہے اس کی تعلیم ہم کو دی ہے جا ظاہر و باطن کے فرق کو محسوس کراتی ہے اور جسے محسوس کر لینے کے بعد انسان نفس کی جملہ کثافتوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

ظلمت شب جب حد سے تجاوز کرتی ہے تو صبح کا نور طلوع ہوتا ہے کرہ ارض جب تمازت آفتاب سے تپتا ہے تو باران رحمت کا ظہور ہوتا ہے گمراہیاں جب سرکشی میں بدل جاتی ہیں تو رحمت باری تعالیٰ کو جوش آتا ہے اور کسی عظیم رہنما کو مامور کیا جاتا ہے کہ وہ بندوں کو سرکشی اور بغاوت کو مٹا کر نیا زمندی اور اطاعت خداوندی کا راستہ دنیا کو بتلائے اور ہر طرف خدا پرستی اور امن وسکون کو عام کر دے۔ ۱۰۴۰ھ میں مغربی ہندوستان کا یہ حصہ جو ساحل سمندر پر واقع ہے کو جو کوکن (ممبئی) کے نام سے مشہور ہے اس خطہ ارضی کی حالت بد سے بدتر تھی راجہ نل کی حکومت تھی جو ایک بہت بڑا جادوگر تھا اور عوام پر وحشیانہ سلوک کو کررا رکھتا تھا۔

غرض یہی وہ دور تھا جب عبدالرحمٰن بن سید عبدالرحیم یمنی المعرف بابا حاجی ملنگ رحمت اللہ علیہ اپنے پیر و مرشد حضرت قاسم منیری المداری رحمت اللہ علیہ سے بعیت وخلافت کی گراں بہا نعمت حاصل کر کے انہیں کی ہدایت کے مطابق سرزمین مک مکن پور شریف سے یہاں تشریف فرما ہوئے

ولادت باسعادت:

ماہ تاریخ ولادت ''شیخ کامل'' ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن عرف بابا حاجی ملنگ کی ولادت ۱۰۰۱ھ میں ہوئی اور اسی سلسلہ میں صاحب کتاب الاعراس مولانا نجیب خاں قادری کا بیان ہے ''سید عبدالرحمٰن ولد سید عبدالرحیم المعروف ملنگ بابا مرید یہ سلسلہ از سادات یمنی است'' متورع وزاہد بود مولد او در سال یک ہزار و یک ۱۰۰۱ھ النبوی است مرقد اں در نواح کلیان (کوکن المعروف ممبئی) زیارت گاہ است۔

(از کتاب الاعراس مطبوعہ صفحات ۲۰-۴۲-۱۶۶)

نام ونسب اور وطن:

آپ کا نام سید عبدالرحمٰن۔ لقب، بابا ملنگ، حاجی ملنگ جو آپ کو شیخ طریقت حضرت قاسم منیری المداری سے حاصل ہوئے۔ آپ کا وطن۔ حضرموت یمن ہے آپ کے نسب کا تعلق حضرموت کے سادات قبیلہ جنیز سے ہے۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی

سید عبدالرحیم ہے یہ یمن کے جید علماء میں شمار کیئے جاتے تھے۔ نہایت صاحب تقویٰ اور درویشانہ روش کے حامل تھے۔ کپڑوں کی تجارت فرماتے تھے یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔

تعلیم وتربیت:

حضرت حاجی ملنگ کی ابتدائی تعلیم ان کے والد بزرگوار کی سرپرستی میں ہوئی اور اعلیٰ تعلیم یمن کے مشاہیر علماء وفضلا سے حاصل کی جب سن شعور کو پہنچے تو تکمیل علوم باطنی بھی والد بررگوار ہی نے فرمائی بیان کیا گیا ہے کہ عہد طفولیت ہی سے آپ کو تحصیل علم کا بے حد شوق تھا۔ اخلاق کی اعلیٰ صفات سے متصف تھے ہر ایک سے آداث واخلاق سے ملتے اور حتی المقدور ان کی حاجت روائی فرماتے تھے۔

شہرت اور نام ونمود سے نفرت:

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حاجی ملنگ کو شہرت پسند نہ تھی اسی لئے بقدر ضرورت روزی حاصل کرنے کے بعد تنہائی میں بیٹھ کر ذکر الہیٰ میں مشغول رہتے تھے۔ والد ماجد اور والدہ ماجد کی وفات کے بعد ان کا دل یمن سے اچاٹ ہو گیا اور آپ نے وطن عزیز کو خیر باد کرنے کی ٹھان لی۔ اہل یمن کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے آپ کو روکنے کی بہت کوشش کی اس وقت یمن میں حضرت شیخ حبیب رحمت اللہ علیہ نہایت صاحب علم وفضل بزوگ شاہی مدرسہ کے مدرس اور رشتہ میں حاجی ملنگ کے ماموں تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ عبد الرحمٰن حاجی ملنگ یمن چھوڑنے والے میں یاد الہیٰ میں مصروف تھے۔ حضرت شیخ حبیب رحمت اللہ علیہ نے آپ کو ہدایت فرماتے ہوئے فرمایا تم وطن چھوڑنے کا جو ارادہ رکھتے ہو اچھا ہے بخوشی جاؤ جہاں جاؤ نیک اور صاحب علم وفضل لوگوں کو صحبت اختیار کرو پھر کچھ مٹی دیتے ہوئے فرمایا اس کو ساتھ رکھو جہاں مستقل سکونت کا ارادہ کرو وہاں کی متی کا رنگ ذائقہ اور بو اسی مٹی جیسا ہوگا اور اسی میں تمہارا فائدہ ہوگا یہ کہہ کر ولی کامل شیخ حبیب رحمت اللہ علیہ وہاں سے تشریف لے گئے۔

سلسلہ عالیہ مداریہ میں استفادہ:

علام ظاہری سے فراغت حاصل کرنے کے بعد جب تحصیل علوم باطنی کے شوق نے روحانی تشنگی میں اضافہ کیا تو آپ حصول فیوض وبرکات کے لئے وطن عزیز کو خیر باد کہہ کر مکہ معظمہ پہنچے فریضہ حج ادا کیا پھر مدینہ منورہ میں روضہ نبی اکرم ﷺ پر حاضری دی کئی روز مراقبہ فرمانے پر نبی اکرم ﷺ کی زیارت فرمائی حکم نبی ہوا ہندوستان کا سفر کرو اور دبار بقطب المدار میں حاضر ہو وہیں تمہاری روحانیت کو جلا نصیب ہوگی یہ اشارہ پاتے ہی آپ عدن تشریف لائے اور بری اور بحری صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے وار ہندوستان ہوئے اور تلاش مرشد کامل میں مکن پور شریف میں رونق افروز ہوئے

اس وقت مکن پور شریف میں صاحب نسبت بررگوں کی ایک بار بڑی جماعت تھی۔ جن میں حضرت بدیع الدین احمد قطب المدار مدار العالیمن رضی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اجل حضرت سید جمال الدین جانِ من جنتی کے تربیت یافتہ صاحب نسبت بزرگ حضرت قاضی المعروف قاسم منیری مداری کی مجالس کا بڑا شور تھا آپ ان کی مجلس میں شریک ہوئے جسے ہی حضرت قاسم منیری المداری کی نظر کیمیا آپ پر پڑی تو خانقاہ عالیہ میں ٹھہرالیا اور داخل سلسلہ فرما کر اور اعمال سلسلہ مداریہ کی تعلیم دی پانچ سال تک آپ منازل سلوک طے کرتے رہے۔

باباحاجی ملنگ مداری کا خطاب:

صاحب ''تذکرہ فقراء'' حضرت داور علی شاہ المداری سرگروہ فقراء مداریہ فرماتے ہیں۔نماز فجر کے بعد حضرت قاسم منیری المداری رحمت اللہ علیہ مریدین کے اجتماع میں منازل سلوک بیان فرمارہے تھے۔

اچانک حضرت کی نظر عبدالرحمٰن یمنی پر پڑی معاً آپ نے فرمایا یہ تو بابا ملنگ ہیں۔یہ عنقریب ہی نعمتوں سے سرفراز ہونے والے ہیں اور ایک دن عوام کے محبوب کہلائیں گے۔اسی تاریخ سے انہیں نے بابا ملنگ کے نام سے پکارا جانے لگا۔پانچ سال تک مسلسل مکاشفہ ومجاہدہ کر کے منازل سلوک طے فرمانے کے بعد حضرت قاسم منیری مداری نے فرمایا کہ حاجی ملنگ صدق کو پہنچ گئے ہیں تو انہیں آپ نے مرشد کامل حضور سیدنا مدار العالیمن رضی اللہ تعالی عنہ کے عرس کے دن نعمت باطنی اور خرقہ خلاف سے نوازا صاحب مراۃ الا سرار نے تحریر فرمایا ہے کہ بعد استفادہ علم شریف وطریقت بابا ملنگ شاہ از دست حق پرست قاسم منیری نعمت یافتہ وخرقہ خلافت پوشیدہ بود۔

کوکن میں حاجی ملنگ کی تشریف آوری:

اپنے مرشد کامل حضرت قاسم منیری المداری رحمت اللہ علیہ سے اجازت ملنے کے بعد آپ اپنے دو پیر بھائیوں حضرت بختاور شاہ المداری وحضرت سلطان شاہ المداری کو اور دیگر مریدین کو ہمراہ لیکر کوکن پہنچنے متعدد مقام پر قیام فرماتے ہوئے جہاں سے بھی گزرے اپنے فیوض باطنی سے خلق خدا کو فیضیاب فرماتے رہے۔ یہاں تک ہزاروں مشرکین و بے دین لوگوں کے سر حقانیت اسلام کے آگے جھکتے چلے گئے بے شمار لوگ نہ صرف مسلمان ہوئے بلکہ آپ کی نگاہ سے کرم روحانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچنے اس طرح سلسلہ عالیہ مداریہ کے فیوض و برکات کو عام فرماتے اور ترویج واشاعت سلسلہ مداریہ فرماتے رہے۔

کوکن کے اس دامن کوہ میں پہونچے جہاں اب کا مزار مقدس ہے۔دامن کوہ میں اب تک جو وادی ہے وہ برہمن وادی کے نام سے مشہور ہے۔حضرت موصوف پہلے یہیں قیام پذیر ہوئے۔

کوکن میں حاجی باباملنگ کا مستقل قیام:

حضرت باباحاجی ملنگ مداریؒ اپنے زمانے کے نہایت عابد وزاہد شب بیدار اور عبادت گزار بزرگ تھے۔ ہمیشہ استغراق و مشاہدے میں رہنے کی وجہ سے اللہ تعالی کے محبوب بندے تھے۔

حضرت ولا ورشاہ '' متوفی ۱۲۳۵ھ'' جو ایک صاحب بصیرت بررگ تھے فرماتے ہیں کہ جس کو دینی و دنیاوی مراد حاصل کرنی ہو وہ ولی کامل شیخ حضرت باباحاجی ملنگ مداری رحمت اللہ علیہ جن کا آستانہ ممبئی میں ان کے پاس حاضر ہو اور ان سے استمد اد دعا کو خواہش کرے وہ اپنے مقصد میں یقیناً کامیاب ہوگا پہاڑ کے نچلے حصہ میں جو لوگ رہتے تھے شریر النفس اور کٹر قسم کے لٹیرے اور جادو گر تھے یہ حضرت کو دیکھتے ہی ان کے مخالف ہو گئے یہاں تک کہ سحر سامری سے ان کو مرغوب کرنے کی کوشش کیں مگر آپ پر کسی قسم کا کوئی اثر نہ ہوا اور آپ ان کے سامنے دعوت اسلام پیش کرتے رہے۔اسی پہاڑ کے نزدیک جو دریا کا کنارہ ہے آپ وہیں پر جلوہ افراوز تھے ذکر الٰہی فرمارہے تھے۔اچانک ایک نعش دریا میں تیرتی ہوئی آپ کے سامنے سے گزری جسے آپ نے پکڑ لیا اور زمین پر رکھ کر اپنا دست مبارک نعش پر قم باذن اللہ کہتے ہوئے رکھا نعش میں حرکت ہوئی اور مردے نے آنکھیں کھول دیں اللہ تعالی نے ان کی ہر خواہش کو شرف قبولیت بخشتا تھا آپ سے ایسے امور ظاہر ہوئے جن کا

عام حالات واسباب کی راہ سے واقع ہونا عقل ودانش کے نزدیک کچھ ناممکن سانظر آتا ہے۔ مگر اللہ رب العزت اپنے محبوب بندوں کی ہر مرضی اور خواہشات پوری فرماتا ہے۔

سلاطین بیجاپور کی عقیدتمندی:

پہاڑ کے بالائی حصہ پہنچ کر آپ نے پہلا کام یہ کیا کہ آپ کے ماموں حضرت شیخ حبیب حبیب رحمتہ اللہ علیہ نے جوآپ کو مٹی عطا فرمائی تھی اس کا مقابلہ پہاڑ کی مٹی سے کیا اور دونوں میں یکسانیت پا کر آپ نے وہیں رہنے کا رادہ کیا جسے آ کے ہمراہیوں نے بھی پسند فرمایا سلطان ابراہیم عادل شاہ ثانی ''متوفی ۱۰۴۷ھ'' کے عہد میں حضرت عبدالرحمٰن یمنی عرف باباحاجی ملنگ مداری رحمت اللہ علیہ جب مکن پور شریف سے کوکن کے اس مقام پر جلوہ افروز ہوئے جہاں اب آپ کا مزار پرانور ہے یہاں کے لوگوں نے بے رحمانہ سلوک حضرت اوران کے ساتھیوں کے ساتھ کیا اس کی خبر جب بادشاہ کو ہوئی تو بادشاہ نے باباحاجی ملنگ کی حمایت کا کے لئے فوج روانہ کی اور اس فوج نے شریرالنفس لیٹروں کی سرکوبی کی۔ جناب سید سلیمان عاصف صاحب فرماتے ہیں۔

المدد ثم المدد یا حضرت باباملنگ
ہورہے ہیں آج اپنے دشمن ناموس رنگ

معتبر رویات میں ہے کہ اس وقت پہاڑ کی مجالس میں روایات یہ تھیں کہ پانچوں وقت آذان کہی جاتی تھی۔ شب جمعہ کو میلادخوانی کا اہتمام ہوتا۔ ان تمام کیفیات کا مشاہدہ کرتے ہی پہاڑ کے رہنے والے اس شمع مداریت کہ گرد پرانہ ورجمع ہونے لگے۔ جو کوئی حاضر ہوتا اسلام قبول کر لیتا۔

وفات شریف:

مادہ تاریخ وفات اصعف العباد ہے ۱۰۵۹ھ حاجی بابا ملنگ رحمت اللہ علیہ ایک روایت مطابق جمرات کے دن اپنے مرید ین ومتعلقین کو جمع فرما کر نصیحتیں فرمائیں۔ آپ نے فرمایا تم سب لوگ تبلیغ واشاعت اسلام میں کوشاں رہنا اور خالق کائنات اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت و پیروی میں سرگرم عمل رہنا اور ہر ایک سے بلاامتیاز مذہب وملت ملتے رہنا کسی کو حقیر سمجھ کر اس سے نفرت نہ کرنا کمزوروں اور معذوروں کی خدمت بجالانا الغرض صبح صادق ہوتے ہی آپ نے نماز فجر ادا فرمائی اور نماز جمعہ سے قبل آپ کی روح قفص عنصری سے پراز کر گئی

بابا مچھندر ناتھ یا حاجی بابا ملنگ

کچھ عرصہ پہلے ایک شرپسند تنظیم نے ایک منظم سازش کے تحت حضرت حاجی ملنگ مداری رحمت اللہ علیہ کو بابا مچھندر ناتھ کے نام سے موسوم کر کے اپنا بے دلیل دعویٰ پیش کردیا ویسے اس تنظیم کو مہا راشٹر عدالت کی جانب سے بھی منہ کی کھانی پڑی تھی مگر اس سلسلہ میں جوتحقیقی معلومات تاریخ کے صفحات سے نکل کر عوام وخواص کے ذہن وقلب پر اپنے نقوش بنا گئے ان کو رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ حاجی اس شخص کو کہتے جو فریضہ حج ادا کر لیتا ہے اور ملنگ ایک فارسی لفظ ہے جس کا معنی ہیں ''درویش''، گوشہ نشین۔

ملنگ:

ہندوستان میں جتنے بھی سلاسل ہیں ان میں ملنگ نہیں ہوتے ہیں، ملنگ حضرات صرف سلسلہ عالیہ طیفوریہ مداریہ میں ہی ہوتے ہیں، یہ وہ حضرات ہیں جو بحکم مرشید مجردانہ زندگی گزار کر عبادت وریاضت میں مشغول رہتے ہیں، اور اپنی سیرت مطہرہ سے تبلیغ اسلام کے گراں بہا خدمات انجام دیتے ہیں اور مخلوق خدا کو

اپنے فیوض باطنی سے مالا مال کرتے ہیں، ملنگ حضرات اصحاب صفہ کے نقش قدم رہتے ہیں۔ اصحابہ صفہ نے شادی نہیں فرمائی، اور ہردم محو دیدار رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم رہ کر حیات مبارکہ کے لمحات گزارتے اور اس کو عبادت سمجھتے رہے۔ اسی طرح ملنگ حضرات بھی نہبگ و مجردرہ کر علائق دنیا سے خود کو ملوث نہیں کرتے یہ حضرات ہر وقت مشاہد جمال ذات کرتے رہتے ہیں۔ محو در محو ہو کر مقصود حقیقی تک رسائی کرنے کے لئے متمنی رہتے ہیں ان حضرات کے پاس وقت ہی کہاں ہوتا ہے کہ دنیا کے جھمیلوں میں پھنسے رہیں۔ اسی لئے دیکھا گیا ہے کہ اکثر یہ حضرات آبادی سے بہت دور پہاڑوں کی بلندیوں پر یا کسی ویرانے میں گوشہ نشین ہو کر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے ہیں۔ اسی لئے حضرت سید عبد الرحمٰن یمنی بابا حاجی ملنگ مداری رحمت اللہ علیہ نے بھی اپنے مرشد کامل حضرت قاسم منیری مداری رحمت اللہ علیہ کی اجازت سے کلیان کو پنا تبلیغی مرکز قرار دیا۔

مہاراشٹر حکومت کی رپورٹ:

تعلقہ کلیان ضلع تھانہ کے سروے کے مطابق عادل شاہی حکومت کی جانب پہاڑ اور اس کے اطراف کا جملہ علاقہ حضرت بابا حاجی ملنگ رحمت اللہ علیہ کو نذر کیا گیا تھا۔ اسی طرح انگریزوں کے دور حکومت میں بھی حضرت بابا ملنگ کا مزار جس حصہ پر ہے وہ علاقہ حضرت کی درگاہ کے نام تھا۔ موجودہ مہاراشٹر حکومت نے بھی اس رقبہ کو درگاہ حضرت بابا ملنگ رحمت اللہ علیہ کے نام بحال رکھا ہے۔

ایک زندہ کرامت

جناب نیاز احمد نیاز مرحوم

فضل خدا سے یوں تو وراثت میں ہے ملا
اس دل کو اولیا کے تصرف کا اعتبار
لیکن جو آج زندہ کرامت کے رنگ میں
آنکھوں نے دیکھی قدرت معبود آشکار
ایمان تازہ کردیا جس کے نظارے نے
جس نے کھلائے دل میں عقیدت کے لالہ زار
وہ شغل خاص جس کو دھمال کہتے ہیں
اس کے لئے جب آئے ملنگان ذی وقار
خاتون ایک بیٹھی سر بام دیر سے
شاید کہ کر رہی تھی اسی دم کا انتظار
آنکھوں میں جوش چہرے پہ کیفیت جلال
ہاتھوں پہ تھی لئے اک طفل شیر خوار
کشتی ہے پہونچی باب دوم کے قریب جب
انبوہ حاضر ین کی امواج پر سوار
اس نے وہیں سے بچے کو ہاتھوں پہ تول کے
کرنا جو چاہا کشتی سرکار پر نثار
مجمع سے ہائیں ہائیں کا اک شور تھا بلند
لیکن نہ اس کی کوئی بھی پرواہ نہار
جذبات سے محبت فطری بھی دب گئی
پایا نہ مانے عقیدت یہ اختیار
اک ماں نے اس بلندی سے کیا جانے کس طرح
لخت جگر کو پھینک دیا کہہ کے دم مدار

ملک شام کا ایک دلچسپ صفر

مولانا سید محضر علی وقاری

ہماری بچپن سے یہ خواہش تھی کہ ملک شام کا صفر کرنے کا موقع ہاتھ آئے سرکار مدار پاک کے قدموں کی برکت سے اللہ تعالی نہ اس مبارک صفر کی سعادت عطا فرمائی اللہ کے محبوب ﷺ نے اس پیارے ملک کی بہت تعریف وتوصیف فرمائی ہے۔اور قرآن عظیم میں اللہ نے ارشاد فرمایا وَنَجَّيْنَهُ وَلُوطًا إِلَى الْأَرْضِ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا لِلْعَلَمِينَ (سورہ الانبیاء) اور ہم نے ابراہیم اورلوت علیہ اسلام اسی سرزمین میں پناہ دی کہ جسے ہم نے اہل دنیا کے لئے بابرکت بنایا ہے۔

امام بن جریر طبری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد سرزمین شام ہے کیونکہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم اورلوت علیہ اسلام کی ہجرت عراق سے شام کی طرف ہوئی۔

اسی طرح احادیث بنوی میں بھی بلادشام کے بارے میں بہت سے فضائل وبرکات منقول ہیں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اللهم بارك لنا فى شامنا وفى يمنناقالو ايار سول الله وفى تجدنا۔

اے اللہ ہمارے لئے ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت فرما

اس پر صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہمارے نجد میں ،اس پر حضور نے دوبارہ اور شام اور یمن کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے برپا ہوں گے اور زمین سے شیطان کا سینگ برآمد ہوگا۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روایت کے الفاظ میں اللہ کے رسول نے فرمایا طوبی الشام الارض شام کے لئے خوشخبری ہو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول کس وجہ سے آپ نے فرمایا کہ رحمٰن کے فرشتے اپنے پر شام کے لئے پھیلائے ہوئے ہیں اور شاید ہی وجہ ہے کہ ملک شام کے شہر دمشق کے قبرستان باب کبیر اور باب صغیر پہنچو تو لگتا ہے کہ جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں آگئے یہ سرزمین ایسی ہے کہ جہاں آج بھی کربلائے معلیٰ کی ایسی نشانی موجود ہے جنکو دیکھ کر پتھر دل بھی دھڑک اٹھتے ہیں ہمارے ساتھ تو عجیب وغریب واقعہ پیش آیا ہم باب کبیر کے گیٹ کے قریب کھڑے حیرت سے ادھر ادھر تاک رہے تھے کہ ایک اجنبی شخص آیا اور اس نے سلام کیا بولا! کہ آپ محضر صاحب ہیں؟ مکن پور شریف رہتے ہیں؟ میں اکثر مکن پور شریف جاتا رہتا ہوں عرس شریف کے موقع پر آپ سے نعت ومناقب سنتا رہتا ہوں میں بہت جلدی میں ہوں میرے ساتھی آگے نکل جائیں گے سنیئے ۔ جہاں آپ کھڑے ہیں یہاں سے دیکھئے جو قبہ نظر آرہا ہے اس میں بہتر سر دفن ہیں۔ حضرت امام عالی مقام علیہ السلام کا سر مبارک بھی یہیں دفن ہے

اور سامنے والی مسجد میں حضرت زین العابدین علیہ السلام کربلا سے واپسی کے بعد جمعہ کا خطبہ دیا تھا اور سامنے جو گیٹ نظر آرہا ہے وہ باب صغیر قبرستان کا ہے اور اس میں جو مقبرہ دکھ رہا ہے وہ سیدہ سکینہ علیہا السلام اور دوسرا مقبرہ سیدہ صغرہ کا ہے اور حضرت بلال اور اسہاق المومنین اصحاب رسول اہل بیت رسول کر مزارات بے شمار ہیں۔ اس نے کہا میرے ساتھی بھٹک جائیں گے میں چلا۔

پھر بڑی کوشش کی میں نے کہ کچھ معلومات اور بھی ہو جائے۔ لیکن وہ شخص آناً فاناً گیٹ سے باہر ہو گیا۔ میں نے وضوخانہ میں وضو کیا۔ مسجد میں نوافل ادا کئے۔ اور دعائیں مانگیں اس کے بعد اس مقبرہ کی جالیوں سے تمام سروں کے ضریح کی زیارت کی اور دوسرے قبرستان کے گیٹ میں داخل ہو گیا کیا کیفیت حاصل ہوئی اس کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔ جو بیان کر دوں۔ اسلئے کہ میں سیدہ سکینہ جہاں دفن ہیں اس مقبرہ میں داخل ہو چکا تھا۔ پہلے ایصال ثواب کے لئے قرآن عظیم پڑھا اس کے بعد قریب کھڑے روتا رہا کچھ لوگوں کو مقبرہ ہی میں سیڑھیاں اترتے دیکھا معلوم ہوا کہ اصل قبر سیدہ سکینہ بنت امام حسن علیہ السلام کی نیچے کی طرف ہے سیڑیوں سے اترے اور زیارت کی اپنی وہ اشعار جو سیدہ کے لئے کہنے کا شرف ملا وہ شعر یاد آنے لگے۔

دیئے بھی چپ خیمے جل چکے ہیں نہیں ہے اب روشنی سکینہ
جو کھو گئے دشت کربلا میں انہیں کہاں ڈھونڈتی سکینہ
تھکی تھکی سی تھی غم سے بوجھل فراق عباس سے تھی بیکل
نہ ملا بابا کا سر پہ سایہ تو دھوپ میں سوگئی سکینہ
نہیں میرے پاس کچھ بھی محضر کروں جو قدموں پہ نچھاور
قبول ہو تو میں پیش کر دوں حقیر سی زندگی سکینہ

یہاں سے ہٹنے کو تو جی نہیں چاہتا تھا مگر یاد آیا کہ قریب ہی سیدہ زینب صغرہ کا مقبرہ مزار بھی ہے، حضوری ہوئی تو کیا بات میرے استاد حضرت ادیب مکن پوری نے فرمایا کہ

زمانہ بھر کہ خزانوں پہ بھاری ہے
بچی کچی میری دولت حسین کے گھر کی

حسین کے گھر کی کنیزوں کا یہ عالم کہ جس وقت میں نے ایک صفر کے باب پر تحریر دیکھا ضریح مبارک کنیز زہرہ سیدہ فضہ رضی اللہ عنہا پھر میں اپنے آپ کو سمبھال نہ سکا قبر سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا ملک شام میں یہ بات بہت ہی بہتر معلوم ہوئی کہ پورے ملک میں جہاں جہاں بھی حاضری ہوئی انبیاء اہل بیت اطہارات اولیاء اللہ کے مزارت پر کہیں بھی کوئی روک ٹوک نہیں تھیں جیسے چاہو قبور کی زیارت کرو ہندوستان کی طرح ہاتھوں میں نہ روپے بندھے ہوئے تھے اور سبز کپڑہ سنی مسلمان دیوار اور جالیوں سے لگا کر کے اپنے ہمراہ لے جا رہے تھے مکہ معظمہ کے صفر میں ایک بار ایک نوجوان نے مفتی شجر علی سے کہا کہ ساری دنیائے اسلام میں سب سے زیادہ سنی صوفی مسلمان میں یہ بات ہمیں کو دیکھنے میں آئی کہ میں بھی خوب ارمان نکالے۔

اب میں اپنے دلی کیفیات اور محوسات کیا رقم کروں
الفاظ میں آتی بے کساں کیفیت دل

جانتے ہیں لیکن قطب المدار کے بارے میں کوئی خاص معلومات نہیں۔

ہم دونوں اور آگے بڑھے۔ دنیا کے کئی ملکوں کے شہر کے لوگ دیکھے لیکن اتنا صاف ستھرا شہر میری نگاہ سے نہیں گذرا حیرت تو جب ہوئی جبکہ ۱۱ بجے رات کے بعد ایک گاڑی آئی اور پانی روڈ پر چھڑکتی ہوئی گذر گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں دوسری گاڑی آئی۔ اس نے پونچھا روڈ پر لگا دیا۔ چمکتے ہوئے شیشے کیطرح روڈ اور خوبصورت اونچی اونچی عمارتیں روڈ اور عمارتوں کے اردگرد سبز درختوں اور پودوں کی اور بیلو کا سبک سلسلہ دمشق جسکو انگریزوں نے دمشک کر دیا۔ آج بھی دمشک کے نام سے مشہور ہے۔ دمشک بہشت کا نمونہ معلوم ہوتا تھا۔

دمشق شہر محققین نے تحریر کیا ہے کہ دنیا کا سب سے پرانا شہر ہے یہاں سینکڑوں انقلابات آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہہ کے دور خلافت میں شام فتح ہوا۔ اور اسلام خوب پھولا پھلا اس کے بعد امویوں نے گل کھلائے حضرت معاویہ کے بعد یزید پلید تخت شاہی پر براجمان ہوا سلام کے شعار کے پرخچے اڑائے اہل بیت و اصحاب محبان اہل بیت پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑے قتل کیا۔ تخت خلافت کو اتنا رسوا کیا کہ شرفاء کو اقتدا سے نفرت ہوگئی۔ ۲۰۰۸ء میں جب میں ملک شام پہنچا تو قیادت الاسد حکومت تھی ان کا تعلق شعیہ مسلک سے ہے ان کی زوجہ سنی ہیں بہرحال میں نے ہر طرف امن دیکھا ہلکی پھلکی شکر نجی محسوس ہوئی اور کوئی خاص بات نظر نہیں ائی ڈاکٹروں کے صحت کی نمائش کے سلسلہ میں ہم نے ویزا حاصل کیا اور مدار پاک کے آبائی وطن حلب پہنچے۔ دمشق انٹرنیشنل ائرپورٹ سے ۸ بجے صبح فلائٹ ملا ایک گھنٹہ ۱۰ منٹ میں دمشق سے حلب آئے۔ السومر ہوٹل میں قیام کیا۔ جب سیر و سیاحت کی تو میر انیسؔ کا وہ شعر یاد آیا جو انہوں نے امام عالیمقام علیہ السلام کے حسن و جمال سے تشبیہ دی

چہرہ سے کیا ضیا و صفا آشکار ہے
شہر حلب انھیں کا ایک آئینہ دار ہے

اور ادیب مکنپوری نے بھی قطب عالم ابوالوقار کے لئے فرمایا تھا۔

آئینہ حلب سے جو پھوٹی کرن ادیب
نام اس کرن کا کلب علی رکھا گیا

دمشق کیطرح شہر حلب بھی بہت خوبصورت اور صاف و شفاف نظر آیا۔

حلب اور اطراف حلب کی زمین بہت زرخیز اور نوادرات سے لبریز پائی۔ پورا دن آرام نہیں کیا۔ حلب یونیورسٹی میں دن گزارا۔ حلب یونیورسٹی بہت بڑے علاقے کو گھیرے ہوئے ہے۔ یونیورسٹی کے اکثر مورخین مدسیرن حضرات سے ملاقات کی اکثر نے تو یہ کہا کہ قطب المدار رضی اللہ عنہ کی تاریخ ۲۴۲ھ بہت پرانی تاریخ ہے شام میں انقلابات آتے رہے تو تواریخ کو مٹایا گیا۔ یونیورسٹی میں چلتے چلتے ہمارے پاؤں پھول گئے۔ کچھ کھایا نہ پیا۔ اتنا کہ راہ ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی اسکا نام محمد ذکریا تھا اس کے ساتھ بیٹھکر چائے پی امید کی کرن جاگ اٹھی وہ شخص جاننے والا نکلا اس نے کہا آپ حلب میں چنار تلاش کر رہے ہیں جبکہ اب حلب ''الپو'' اور چنار وجنار ہو گیا

ہے۔''الپو'' سے ۴۶ کلو میٹر کی دوری پر منج شہر ہے منبج سے قریب ہی جنار قصبہ ہے میں نے کہا کیا تم میرے ساتھ چل سکتے ہو اس نے کہا جنار تک میں آپ کو پہنچا سکتا ہوں ہملوگ بلا تا خیر ذکریا کی رہنمائی میں الپو سے جنار کے لئے روانہ ہوئے ایک بس پر منج شہر کی طرف روانہ ہو چکے تھے تحت الشعور میں یہ بات گردش کر رہی تھی کہ یہ ہمارا آبائی وطن ہے اور دل و دماغ میں بس ایک جنون تھا۔ کہ کوئی سرکار مدار پاک کے متعلق نشانی نظر آئے چلتی ہوئی بس کے اندر سے اس سرسبز و شاداب زمین کا نظارہ کر رہے تھے مجھے چار مصرعے یاد آئے۔

اڑایا کس نے ہواؤں میں سرمئی آنچل
بچھایا کس نے زمیں پر ہرا بھرا مخمل
کوئی نہیں تو بتائے تجھے اے کیف
پپیہا رہتا ہے کس کے لئے بیکل

چاروں طرف سبز مخمل کے فرش اور زیتون کے درخت گائے اور بچھڑوں کے ریوڑ خشخشی ریش والے نو جوان اور بزرگ خوبصورت چرواہے زیادہ تر ہموار اور کاشتکاری والی زمین کچھ مقام پر سلسلے پہاڑوں کی ان نظاروں کے درمیان مجھے پتہ بھی نہ چلا کہ منبج آ گیا۔ ہملوگ منبج کے بس اڈہ پر اتر گئے۔سب سے آگے سمیر درمیان میں ذکریا۔ اس کے پیچھے عتیق نظروں سے شاہدہ کرتا ہوا میں۔ ہم سب منبج کے اس بس اسٹاف کی طرف جا رہے تھے جہاں سے جنار کی سواری ملتی تھی اچانک شخص سادی وردی میں آیا اور اس نے میرا ہاتھ تھام لیا اور عربی میں پوچھا تم کون ہو؟ اصل میں ملک شام کے لوگ خشخشی داڑھی رکھتے ہیں اور ہماری داڑھی وہاں کی روایت کے خلاف تھی اس شخص کے اس عمل پر محمد ذکریا نے کہا تم نے ان کا ہاتھ کیوں پکڑا یہ سید ہیں اور شیخ ہیں تو اس نے میرا ہاتھ تو چھوڑ دیا اور کہنے لگا یمن سے ایک شدت پسند شام میں آ رہا ہے جس کی تلاش میں شام کا خوفیا محکمہ ہے۔ ان کو لے کر ہمارے ساتھ آفس میں چلئے ہم لوگ گھبرا گئے اور اس کے ساتھ چل دئے تھوڑی دور چل کر ہم ایک عمارت میں داخل ہوئے اور ایک کشادہ روم میں پہنچے اور وہاں رفتہ رفتہ خوب لمبے لمبے لوگ جمع ہونے لگے اور عربی زبان میں آپس میں گفتگو کرنے لگے عربی بھی اس طرح بول رہے تھے کہ ان کی بات بلکل سمجھ میں نہیں آ رہی تھی اچانک ایک شخص آیا اور ٹافی سے بھرا ہوا ٹرے ہمارے سامنے لایا جیسا کہ مہمان نوازی کا وہاں دستور ہے ہم لوگوں نے ایک ایک ٹافی کھائی اس کے بعد وہ ہماری طرف متوجہ ہوئے انگریزی زبان میں محمد سمیر نے ہمارا تعارف کرایا۔ کہ یہ ہمارے پیر ہیں ان کا نام سید محضر علی جعفری حلبی ہے ان کے جد کریم سید بدیع الدین قطب المدار اسی ملک سے ہندوستان تشریف لے گئے تھے ہم لوگ ان کے گاؤں جنار جا رہے ہیں حیرت کی بات ہے کہ ان لوگوں نے ہمارا پاسپورٹ بھی نہیں مانگا اور کہا کہ آپ لوگ جا سکتے ہیں اور کوئی ضرورت ہو تو ہم کو بتائے اصل میں ہمارا ویزا دمشق ہی کا تھا اور ہم لوگ حلب کی اطراف و مضافات میں تھے پھر بھی انہوں نے اعتراض نہیں کیا ذکریا نے کہا ہمارے چچا یہاں ملازمت کرتے ہیں ہم ان سے مل کر آئے ہیں ہم دونوں ان کا انتظار کر رہے تھے کہ پھر ایک شخص آیا اور اس نے بھی وہی حرکت کی اس کو صفائی پیش کی

کافی دیر ہوگئی ۔ ذکریا نہیں آیا ہم نے سمیر سے کہا کہ ہمارے بزرگ کہتے تھے کہ شامی لوگ بڑے بے وفا ہوتے ہیں ۔اللہ خیر کرے ہم آپس میں بات کر رہے تھے کہ تھوڑی دور پر ذکریا آتے ہوئے نظر آئے ۔لیکن ان کا پہلے جیسا رخ نہیں تھا۔ انہوں نے آتے ہی کہا مسٹر سمیر آپ سے کوئی پوچھے کہ آپ کے ساتھ کوئی ہے تو ہر گز ہماری طرف اشارہ بھی نہ کیجئے اصل میں اس کے چچا نے ان کو پھٹکار لگائی کہ تم اجنبی لوگوں کو ایسے خطرناک دور میں لے کر گھوم رہے ہو ذکریا نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہم نے سمیر بھوگانی سے کہا اب ہمارا جانا آگے مناسب نہیں اس لئے کہ شہر کے لوگ عربی بھی قواعد کے ساتھ صاف ستھری بولتے ہیں اور ۶۰ فیصد سے زیادہ نو جوان انگریزی بولتے ہیں دیہات میں شائد ایسا نہ ہو ہم لوگ واپس حلب چل دیں ذکریا نے حلب شہر کی ایک بس میں بیٹھا دیا۔ ہم شہر حلب کی طرف چل دئے بہت مایوسی اور تھکاوٹ کیوجہ سے میں نے سمیر کے کاندھوں پر سر رکھا اور سو گیا۔

جب آنکھ کھلی تو دیکھا ہمارے چاروں طرف بس کو شامی پولس نے گھیر لیا ہے اور ایک ایک کر کے سواریوں کو بس سے نیچے اتارتے اور ان سے معلومات کرتے پھر چھوڑ دیتے کچھ دیر بعد ہمارا بھی نمبر آیا اس وقت ہم بہت زیادہ گھبرا گئے جب بس والے نے ہمیں چھوڑ کر جانے کا ارادہ کیا لیکن شامی پولس نے بس کو جانے نہیں دیا پولس والوں نے ہمارا پاسپورٹ دیکھا معلومات کی اور بس میں بیٹھا دیا۔

حضرت ذکریا علیہ السلام حضرت یحیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں جب حاضری ہوئی تو لوگوں نے بتایا تھا کہ حلب میں مشہد حسین ہیں میں نے خیال کیا کہ مشہد حسین علیہ السلام تو عراق میں ہے میں نے زیارت کی ہے یہ کیسے ممکن ہے سمیر نے ایک ٹیکسی کی اور ہم لوگ مشہد حسین کی طرف چل دئے ایک خوبصورت سا مقبرہ بنا ہوا ہے اس میں ایک پتھر رکھا ہوا ہے جو ڈھائی تین فٹ لمبا اور دو انچ موٹا ہوگا۔ جیسا کہ مجھے یاد ہے اس پر تازہ خون اس وقت بھی موجود تھا اور عربی زبان میں ایک تختی چسپا تھی جس پر بہت تفصیلی واقعہ تحریر تھا۔ کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو ایک عیسائی راہب نے اشرفیوں کے عوض حاصل کیا اور اس پتھر پر رکھ دیا تھا رات بھر سر مبارک کے سامنے بیٹھا رہا صبح مسلمان ہوگیا سر مبارک سے جو خون رسا آج بھی تر و تازہ اس پر رکھا ہوا ہے حلب لائبریری پہونچے پرانی سے پرانی کتابیں نظر سے گزریں کچھ کتابیں فارسی زبان میں بھی تھیں کتابوں کے مطالع میں مصروف تھے میری آنکھ میں کیڑا یا کوئی پتھریلا ریزہ چلا گیا جس کی وجہ سے آنکھ میں اتنی جلن شروع ہوئی ایک لمحہ قرار نہیں مل رہا تھا۔ میں نے سمیر سے کہا کہ مجھے میرے روم میں ہوٹل پہنچا دو۔ روم میں پہنچ کر اسی بچینی کے عالم میں میں لیٹ گیا بہت تھکا ہوا تھا نیند آ گئی پھر سو کر اٹھا حیرت ہوئی کہ ایک آنکھ میں کوئی تکلیف نہیں اب دمشق کیطرف سفر کرنا تھا۔ ٹیکسی سے صفر مہنگا اور فلائٹ سے صفر سستا تھا۔ دمشق کا صفر کیا اور دمشق ایر پورٹ پہنچے سید محمد جمال جو دمشق کے ایک کالج کے پروفیسر ہیں ان سے ملاقات کی چونکہ میں اپنے ساتھ شجرات اور کچھ کتابیں لے گیا تھا۔ وہ سب ان کو دکھایا پہلے تو ان سے سر

محسوس جو ہوتا ہے بتایا نہیں جاتا

آپ اگر اصل دل ہیں تو خود محسوس کر سکیں گے کہ حضرت سیدنا بلالؓ کے مزار مقدس پر حاضری پوری ہوگئی تو کیا کیفیت ہوئی ہو گی۔ جو خاص خاص اصحاب المومنین اور اصحاب و اہل بیت کے مزارات کی نشان دہی کر دوں باب کبیر اور باب صغیر کے کچھ اہم مزارات

حضرت سیدہ ام المومنین ام حبیبہ زوجہ رسول رضی اللہ عنہہ ، ام المومنین حضرت سدہ ام سلمہ زوجہ رسول رضی اللہ عنہہ ، سید عبداللہ ابن زین العابدین وسیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ ، وحضرت سید عبداللہ بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ، وحضرت اسماء جعفر لعیا وضریح حضرت سیدہ میمونہ بنت امام حسن علیہ السلام ، سیدہ حمیدہ بنت مسلم ، حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار وناوارانب کبرہ الملقب کرالجواد وعبداللہ ابن کلثوم حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور بھی بے شمار امہات المومنین اہل بیت واصحاب کے مزارات پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

۶ ربیع الاخر ۱۴۲۹ھ بمطابق ۱۳ اپریل ۲۰۰۸ء بروز اتوار میں اور محمد سمیر بھوگانی ۔۔۔ دھلی ایرپورٹ پہنچے صبح ۱۰ بجے وایا کویت کا فلائٹ تھا کویت پہونچکر پرواز ملک شام شہر دمشق انٹرنیشنل ایر پورٹ آئے دمشق الفارس ہوٹل میں قیام کیا وسط شہر بہت عالی شان وخوبصورت ہوٹل رات ہوٹل میں قیام کیا صبح فجر کی نماز کے لئے ہوٹل سے باہر آئے تو اک مسجد میں داخل ہوئے وضو کیا نماز کے لئے قیام کرنے ہی جا رہے تھے طریقہ نماز سے معلوم ہوگیا کہ شیعہ مسلک کی مسجد ہے قریب دوسری مسجد تھی وہ مسجد بھی شعیوں ہی کی تھی اور شیعہ ہی نماز پڑھا رہے تھے۔

میں نے ایک راہ گیرے سے معلوم کیا، اس نے بتایا ہوٹل کی دوسری جانب سنی مساجد ہیں ہم اس سمت پہنچے۔ اور ایک سنی مسجد میں باجماعت نماز فجر ادا کی۔ شہر میں سیر وسیاحت کے لئے نکلے محمد سمیر ساتھ تھے اثناء راہ جو لوگ بھی ملے ان سے سرکا مدار کے لئے معلومات کرتے رہے ایک کتب فروش کا دوکان پر پہنچے۔ المدار اخبار دیکھا خرید لیا۔ دوکاندار سے معلومات کی ''المدار'' نام کیوں ہے؟ ہم نے اسکو بتایا کہ ہم لوگ ہندوستان رہتے ہیں ۔ کہ حضرت سید بدیع الدین زندہ شاہ مدار اسی ملک سے ہندوستان تشریف لے گئے ۔ ہم یہ جاننے کے لئے ائے ہیں کہ ان کے بارے میں لوگ کیا جانتے ہیں: اس نے یہ بتایا کہ نام تو میں نے سنا ہے اس اخبار کی وجہ تسمیہ ہم نہیں جانتے ہم تو ایک کتب فروش ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہاں المدار اسٹیل کمپنی بھی ہے۔ الغرض شہر میں جو بھی ملتا وہ محبت کا اظہار کرتا۔

اس سے ہم سرکار کے بارے میں معلوم کرتے کچھ نوجوان دکھائی دیتے، ہم دونوں ان کے نزدیک پہنچے، وہ لوگ شام کے رہنے والے نہیں لگ رہے تھے۔ اسلئے کہ شام کہ لوگ بہت خوبصورت اور سڈول جسم کے ہوتے ہیں۔ قریب پہنچ کر سلام کیا معلوم کیا۔ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے رشتہ دار تھے اور ترکی کے رہنے والے تھے۔ اور انگریزی بھی بہت اچھی بولتے تھے ان لوگوں نے کہا کہ وہ لوگ سنی حنفی اور نقشبندیہ سلسلہ سے بیعت ہیں۔

سرکار کے بارے میں معلومات کی تو بتایا کہ سلسلہ مداریہ کو ہم

کارمدار پاک کے بارے میں معلومات کی انہوں نے اپنا شجرہ منگوایا اپنا شجرہ اور ہمارا شجرہ ملایا اور مجھکو اپنے گلے سے لگالیا اور کہنے لگے آپ تو میرے کزن ہیں۔ اس کے بعد دمشق کی بڑی بڑی خاص زیارتیں کرائیں اور شام ہوگئی دوسرے دن محمد جمال نے ہماری دعوت کا اہتمام کیا دعوت بھی ایسی جسکو کبھی بھی بھلایا نہیں جاسکتا وہ اپنی گاڑی سے دمشق کے سب سے بلند پہاڑ پہ لے گئے بڑے پیچیدہ راستوں سے گزر کر ہماری گاڑی پہاڑ کی چوٹی پر پہونچ گئی اس چوٹی سے پورے دمشق کو دیکھا جاسکتا ہے یہاں سے اونچی عمارتیں بونی اور چیٹیوں کی طرح رینگتی ہوئی گاڑیاں دکھ رہی تھیں ایک طرف ہوٹل تھا ہوٹل کی چھوٹی سے عمارت کے اردگرد ہموار زمین پر قالین اور کرسیاں بچھی ہوئی تھیں جس پر لوگ بیٹھ کر شہر دمشق کا نظارہ کررہے تھے ہم اور سمیر ایک طرف بیٹھ گئے تھوڑی ہی دیر میں ہمارے لئے کھانہ آگیا کھانہ ایسا کہ روٹی کے علاوہ ہماری شناسائی اور جان پہچان کسی بھی چیز سے نہیں تھی کھانہ تو بہت ہی لزیذ تھا لیکن مرچ کا کہیں نام ونشاں نہیں تھا ہم لوگوں نے کھانہ کھایا اور اس پہاڑ سے نیچے اترے گئی اور مقدس عمارات کی زیارت کی باب کبیر پہنچے حضرت معاویہ کی قبر بھی اسی جگہ پر ہے جسکے گیٹ پر تالہ لگا ہوا ہے۔

سیدہ زینب کا مزار مقدس یہاں سے کچھ دوری پر ہے میں اور سمیر سید محمد جمال سے اجازت لیکر دوسری ٹیکسی پر سوار ہوئے ہو سیدہ زینب کے مزار کی طرف چل دئے سیدہ کے مزار مقدس کا مقبرہ دیکھا تو آنکھیں روشن ہوگئی حضرت مولیٰ علی حضرت امام حسین اور حضرت عباس کے مقابر کیطرح بیحد خوبصورت اور حسین ہے۔ حضوری ہوئی ادیب مکنپوری کے وہ اشعار پڑھنا شروع کردئے

سر کو جو کیا دیں کے اونچا ہے تو زینب نے
دکھلایا لعینوں کو نیچا ہے تو زینب نے
بیٹوں کا بھتیجوں کا پاکیزہ لہو دیکر
اسلام کے گلشن کو سینچا ہے ہو زینب نے
جس سجدۂ آخر پر مسجود بھی نازاں ہے
شبیر کا وہ سجدہ دیکھا ہے تو زینب نے

حضرت زینب کے مزار کی زیارت کے بعد ہملوگ حضرت رقیہ کی مزار پر پہنچے سونے سے مڑھا ہوا مقبرہ مزار سیدہ رقیہ کی زیارت کے بعد ہم سیدہ زینب کے مزار پرانور پر آئے زیارت کی۔ لگتا تھا کہ یہاں پرنور فضائیں ہمارا استقبال کررہی ہیں جی چاہتا تھا کہ اس چمنستان فاطمی کے لالہ زار میں ابدی نیند سو جائیں۔ آج ہی ہم کو ہندوستان آنا تھا ہم لوگ ہوٹل پہچے اور دمشق انٹرنیشنل ایرپورٹ سے دھلی کے لئے روانہ ہوگئے۔

ایک شعر

نیاز جب تک ہے تیرا ساقی تری حکومت ہے میکدے پر
ذرا جو اسکی پھریں نگاہیں نہ شیشہ تیرا نہ جام تیرا

مسلمان وندے ماترم کیوں نہیں گاتے ہیں

مسلمانوں کو وندے ماترم گانے پر اعتراض ہے۔ یہ اعتراض کیوں ہے اور اس کے پیچھے کیا اسباب ہیں اس کو سمجھنے کے لئے تاریخ کی ورق گردانی کرنی پڑیگی وندے ماترم کو بنکم چندر چٹرجی کی تخلق بتلایا جاتا ہے۔ جو ان کے ایک گیت میں شامل ہے۔ اس گیت کے بارے میں اب کہا جانے لگا ہے کہ آزادی کی چنگاری روشن کرنے میں اس گیت کا بڑا ہاتھ ہے۔ یہ گیت ناول کے اوراق میں سے نکل کر انقلابوں کی چیخ بن گیا لیکن یہ گیت ابتدا سے ہی متنازعہ رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گیت میں جس آئیڈیولوجی کا اظہار کیا گیا ہے اس میں فرقہ واریت موجود ہے اور مسلمانوں کو دل آزاری کا پہلو نمایاں ہے۔

ہندوستنان کی سیاست میں اس نغمے پر بحث نے بڑا فروغ حاصل کیا اس گیت کو بطور قومی ترانہ اختیار کرنے یا اسے رد کرنے کے بارے میں پرزور دلائل کے ساتھ بات کی جاتی رہی۔ جو لوگ اس گیت کو پسند کرتے ہیں انہوں نے اس کو ادبی درجہ دینے کی کوشش کی ہے۔ گیت ''آنند مٹھ'' ناول میں شامل ہے۔ جو بنکم چند چٹرجی کی تخلیق ہے۔ ان کی موت کے دو سال بعد یہ ناول بہت مقبول ہوگیا۔ ناول کی مقبولیت کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۸۹۶ء میں جب انڈین نیشنل کانگریس کا اجلاس امرتسر میں شروع ہوا تو اس میں وندے ماترم گیت گایا گیا۔ ہندوؤں نے اس گیت کو سر آنکھوں پر رکھا اور اسے ہندوستان کے ساتھ عقیدت کے اظہار کا ذریعہ قرار دیا۔ رابندر ناتھ ٹیگور کانگریس کے اجلاس میں اس گیت کے پیش کرنے والوں میں سب سے آگے تھے۔ ۱۸۹۶ء کے بعد یہ روایت قائم ہوگئی کہ کانگریس کے ہر اجلاس میں یہ گیت گایا جانے لگا اپنے وقت کے مشہور ماہر موسیقی وی ڈی پالسکر نے اس کی دھن ترتیب دی جس نے اسے ایک زبردست نغماتی آہنگ بخشا۔

۱۹۰۵ سیاسی اعتبار سے نظریاتی ٹکراؤ کا سال رہا۔ لارڈ کرزن نیا پنی شاطرانہ چال چلی اور بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا۔ انگریز حکومت کی طرف سے تقسیم کی وجہ یہ بتلائی گئی کہ انتظامی سہولیات فراہم کرانے کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے لیکن اصل میں یہ ہندو اور مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی ایک سازش تھی۔ فیصلہ سے ناراض ہندوؤں نے وندے ماترم کا نعرہ لگا کر بنگال کی تقسیم کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ سول نافرنانی شروع ہوئی یہ وہ موقع تھا جب وندے ماترم گیت کو زبردست مقبولیت حاصل ہوئی۔ صرف دو الفظ ''وندے ماترم'' کہتے ہوئے سیکڑوں لوگوں نے اپنی جانیں دیدیں اور یہ گیت ہندوستان کی جنگ آزادی کا بگل بج گیا۔

اس کے برعکس مسلمان اس گیت سے کبھی متفق ہوئے۔ ہندوؤں نے اس گیت کو اس قدر شہرت دی کہ بعض لوگ اس کو قومی ترانہ کہنے لگےلیکن مسلمانوں کو وندے ماترم میں موجود فرقہ واریت سے اختلاف ہے۔ آنند مٹھ ناول میں ناول نگار نے مغلیہ دور حکومت کو پیش کیا ہے جہاں ہندوؤں کے ساتھ ناانصافی ہی ناانصافی ہے اور وہ ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ناول کا مرکزی کردار بھاوانو ادا مغلیہ حکمرانوں کے خلاف ایک فوج بنا رہا ہے اور نوجوانوں کو بھرتی کر رہا ہے۔ بھاواں وادا ناول کے ایک دوسرے کردار مہیند رسے رجوع کرنا۔ ہے اور اس سے فوج میں شامل ہونے کے لئے کہتا ہے

اور اسے وندے ماترم گا کر سنا تا ہے۔ مہندرا جب گیت کے معنی دریافت کرتا ہے تو بھاوانوادا جواب میں کہتا ہے ''ہمارا مذہب رخصت ہو چکا ہے ہماری قومیت ختم ہو چکی ہے، ہمارا وقار ہم سے چھین لیا گیا ہے کیا ان ملیچھ مسلمانوں کے یہاں رہتے ہوئے ہندو عزت و آبرو کے ساتھ اس ملک میں رہ سکتے ہیں؟'' مہیند راس سے متفق نہیں ہوتا تب بھاوانوادا اس کو آنند مٹھ میں لے جاتا ہے جہاں یک سادھو اسے کالی اور درگا کی مورتیاں دکھلا تا ہے اور سادھو مہندرا سے کہتا ہے کہ وہ ''وندے ماترم'' کہے۔ ستیہ نند ناول کا ایک اور کردار ہے جو مافوق الفطرت ہندو عقیدوں کی باتیں کرتا ہے۔ یہ کہتا ہے ''ہم نے مسلم سلطنت کو تباہ کر دیا ہے تم اب بھارت ماتا کی تقدیر بناؤ اب انگریزوں کی حکومت قائم ہو چکی ہے اب اپنی جنگ بند کر دو'' اس کے بعد راز اور گہرا ہو جاتا ہے ''دشمن کون ہے؟'' جواب ہے ''اب دشمن کوئی نہیں ہے انگریز جو دوست ہیں اب حکمراں ہیں اور کوئی بھی ان کو جنگ میں شکست نہیں دے سکتا''۔ یہ ناول انگریزوں کے دور حکومت میں لکھا گیا تھا اور انگریزوں سے محبت اور مسلمانوں سے نفرت کا برملا اظہار ناول میں جگہ جگہ موجود ہے۔ ایسے ناول کے کسی گیت کو حب الوطنی کی علامت کے طور پر کیسے قبول کیا جا سکتا ہے۔ ناول کی پوری فضا میں مسلم دشمنی چھائی ہوئی ہے۔ گیت پر مسلمانوں کا اعتراض آج کوئی نیا نہیں ہے۔ ۱۹۰۸ء میں جب آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں اس گیت پر اعتراضات کئے گئے تو گیت کے حامیوں نے شدت پسندی کا مظاہرہ کیا۔ امرتسر میں مسلم لیگ کے اجلاس میں سید احمد علی نے اپنی تقریر کے دوران کہا ''بنکم چند چٹرجی کا ناول آنند مٹھ اصل میں ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کی صورت مسخ کرنے کی ایک کوشش ہے اور ناول کے گیت وندے ماترم میں تو مسلمانوں کے مذہبی عقیدے کے بالکل خلاف بات کہی گئی ہے۔ مسلمان وطن دوست ہیں لیکن وطن کی پرستش نہیں کر سکتے۔ یہ گیت ہندوستان کی دو بڑی قوموں کے درمیان خلیج پیدا کرنے کی سازش اتحاد برقرارر کھنے کے نام پر کانگریس سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس گیت کو اپنے اجلاسوں میں نہ گائے اور اس گانے کو اپنے کارکنوں کے لئے ممنوع قرار دے چونکہ اس گیت سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں''۔ اس گیت کے خلاف ایک مصبوط اور قابل ذکر احتجاج ۱۹۲۳ء میں ہوا جب کالی ناڈا، آندھرا پردیش میں کانگریس کا اجلاس ہو رہا تھا اور وی ڈی پالسکر اس گیت کو سنگیت دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ مولانا محمد علی نے جوا س وقت کانگریس اجلاس کے صدر تھے وی ڈی پالسکر کو روکتے ہوئے کہا ''گانا بجانا ہمارے مذہب میں جائز نہیں ہے''۔ چنانچہ پورا گیت بغیر کسی گاجے باجے کی سادگی سے پڑھ دیا گیا۔ ۱۹۳۷ء میں یہ تجویز بھی پیش کی گئی کہ وندے ماترم میں مناسب ترمیم کر کے اسے سب کے لئے قابل قبول بنا دیا جائے چنانچہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو کلکتہ میں جب کانگریس ورکنگ کمیٹی کا جلاس ہوا تو ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں طے پایا کہ رابندر ناتھ ٹیگور، سبھاش چندر بوس اور پنڈت نہرو کو شامل رکھتے ہوئے گیت کا تجزیہ کیا جائے۔

کمیٹی نے نتیجہ اخذ کیا کہ وندے ماترم گیت میں قابل اعتراض باتیں موجود ہیں جو مسلمانوں کے نظریات کے خلاف ہیں اور ان کو پسند نہیں ہیں۔ طے کیا گیا کہ گیت کے پہلے دو بند ہی اجتماعت میں گائے جائیں۔ درگا اور کالی وغیرہ سے متعلق جو بند ہیں ان کا چلن ترک کر دیا جائے۔

ہندوستان آزار ہوا۔ قومی ترانہ منتخب کرنے کا وقت آ گیا وندے ماترم پر اعتراضات تھے جن گن من کسی دیوی دیوتا کی پوجا کا ذکر نہیں تھا اس لئے اسے زیادہ پسند کیا گیا اور فیصلہ کیا گیا کہ جن

گن من کو ہی ہندوستان کا قومی ترانہ بنایا جائے ۔ یہ سب کے لئے پسند یدہ گیت تھا۔ ۲۵ اگست ۱۹۴۸ء کو آئین ساز اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا اور پنڈت نہرو نے اس اجلاس میں قومی ترانہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور فوری طور پر قومی ترانہ کے انتخاب کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔انہوں نے اجلاس میں موجود آئین مرتب کرنے والے ممبران کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے گورنروں سے قومی ترانہ کے بارے میں ان کے نظریات معلوم کر لئے ہیں اور سب نے جن گن من کو ہی قومی ترانہ بنانے کے بارے میں رائے دی ہے''۔ چنانچہ وندے ماترم گیت قانون ساز اسمبلی کے اجلاس میں قومی ترانہ نہیں بن سکا۔اور جن گن من کو ہی قومی ترانہ مان لیا گیا۔ پنڈت نہرو کا خیال تھا کہ موسیقی کی دھن پر جن گن من زیادہ آسانی سے گایا جاسکتا ہے۔ ماسٹر کرشناراؤ دھنوں کے ماہر تھےان کی رائے میں قومی ترانہ ایسا ہونا چاہئے جس کی دھن مشکل نہ ہو اور آسانی سے گایا جاسکے اور ساز آسانی سے اس کی دھن نکال سکیں۔ ماسٹر کرشناراؤ نے دونوں گیتوں کی دھنیں پارلیمنٹری کمیٹی کے سامنے پیش کیں۔ پارلیمنٹری کمیٹی نے جن گن من کو ہی پسند کیا اور اسے اتفاق رائے سے قومی ترانہ بنادیا گیا۔لیکن اس کے بعد سیاست شروع ہوگئی۔

مسلمانوں کے عقیدۂ توحید سے وندے ماترم متصادم ہے اس لئے مسلمانوں نے اس گیت کی تخلیق کے دن سے ہی آج تک کبھی بھی اس کو گانے پر رضامندی ظاہر نہیں کی ہے۔

یہ مضمون معروف انگریزی روزنامہ پائز میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

''بنکم چند چٹرجی کا ناول آنند مٹھ اصل میں ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کی صورت مسخ کرنے کی ایک کوشش ہے اور ناول کے گیت وندے ماترم میں تو مسلمانوں کے مذہبی عقیدے کے بالکل خلاف بات کہی گئی ہے۔ مسلمان وطن دوست ہیں لیکن وطن کی پرستش نہیں کر سکتے ۔ یہ گیت ہندوستان کی دو بڑی قوموں کے درمیان خلیج پیدا کرنے کی سازش ہے۔

یہ ناول انگریزوں کے دوحکومت میں لکھا گیا تھا اور انگریزوں سے محبت اور مسلمانوں سے نفرت کا برملا اظہار ناول میں جگہ جگہ موجود ہے۔ایسے ناول کے کسی گیت کوحب الوطنی کی علامت کے طور پر کیسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

क्या आप-
गठिया जैसी बीमारी से
दोचार हैं।
एक फोन मिलाइए
और अच्छे से अच्छा
इलाज पाइए।
हकीम मौलाना
शौकत अली
अलवी
कस्बा केथून
कोटा (राजस्थान)
मो. 9829712492

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

سید اقتدا حسین عامر مکن پوری

Lard Viren کا قول ہے۔

Yes Love indeed is a light from Haven a spark of that imortal fire by engles shared by ALLAH given rise from earth our law desire.

بے شاک! محبت ایک روشنی ہے آسمانی، ایک چنگاری ہے غیر فانی آگ کی، جو فرشتوں کے حصہ میں آئی ہے، اللہ نے انسان کو اس لئے دی ہے کہ وہ اپنی ارضی خواہشات کو بلند کر دے۔

ارضی خواہشات میں انسان کی عزیز ترین متاع صرف اسکی اپنی ذات ہے اس کی دنیا اسکی جان کے ساتھ وابسطہ ہے۔ اب چاہے اسکی محبت کا مرکز ہوا ی اسکی جدّ و جہد کا حاصل، اسکی وفاداری ہو یا قربانیوں کا مطلوب سب کے سب اسکے ذاتی مفاد اور عرصہ تک زندہ اور رسلامت رہنے کی خواہش۔ یہی نفسانی خواہشات کا عروج ہے۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اور پر مسلط نہیں ہونے دیا۔ صرف اللہ کی رضا کیلئے اپنے کو وقت کر دیا۔

جب خداوند قدّس کا عشق ہر خواہش پر غالب آ گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام منصف خلیل پر فائز المرام ہوئے اور قربانی کی ابتدا اپنی ذات سے کرنا مقصود ہوئی۔ ادھر آتش نمرود کے دھد ھکتے ہوئے شعلوں نے نے صدا لگائی، اُدھر محبوب حقیقی کے عشق حقیقی کی اندآئی اور منزل خلیل کی قربانی کی بنیاد اوّل اسی آتش نمرود میں رکھی۔ ایک طرف عقل و مصلحت نے دامن پکڑا دوسری طرف عشق نے للکار۔ پھر کیا تھا

''بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق''

عشق نے غلبہ پایا، وہی بھڑ کتے ہوئے شعلے گل گلزار بن گئے اور ابراہیم علیہ السلام کی اپنی ذات سے محبت، آتش نمرود میں جل کر خاک ہو گئی کیوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام واحدہ لاشریک پر مکمل ایمان، کامل اعتقاد، پر امید اور اللہ کی مرضی کے تابع تھے۔ اسکی تائید و نصرت پر بھروسہ رکھتے تھے اسی عقیدے کے وقار نے ان کا تحفظ کیا۔

ماوا اسکے انسان کی محبت اسکے اپنے گھر، والدین، اولاد، اولداو مجاد، وطن، خاندان کے دیگر افراد، آبائی تہذیب اور معاشرتی مراسم سے بے پناہ ہوتی ہے جس کا تعلق ماں کی گود سے لیکر قبر کی آغوش تک قائم رہتا ہیا ور جس سے الگ ہونا اس کے لئے نہایت تکلیف کا بائس ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کیلئے اس محبت سے دست برداری قربانی کی شرائط کا حصہ تھا۔ لہٰذا رب تبارک تعالیٰ نے بال کی جگہ راض کنعان کا انتخاب کیا جہاں کہ ضعیفی میں جبکہ آپؑ کی عمر شریف ۸۶ ربرس تھی اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اسمٰعیلؑ کی شکل میں پہلی اولاد فرمائی اور عہد شیر خوارگی میں ہی رب کریم کا حکم آیا'' کہ اسکو اور اسکی ماں کو غیر ذی زرع مکہ کی وادی میں چھوڑ آؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عشق کے اس مرحلے کو بھی بغیر کسی حیل و حجت کے طے فرمایا۔

حقیقتاً اولاد سے زیادہ انسان کسی کو بھی عزیز نہیں رکھتا۔ مندرجہ بالا قربانیاں عظیم ترین قربانیوں میں شمار کی جاتی ہیں مگر اللہ کی مرضی اور مصلحت کا تقاضا کچھ اور ہی تھا۔ مکہ کی غیر ذی زوع وادی

میں پرورش پانے والے اکلوتے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی عمر شریف جب روز دھوپ کرنے کی ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک خواب سے سمجھا کہ رب تعالیٰ بیٹے کی قربانی کا حکم دے رہا ہے۔ باپ نے اپنے لخت جگر کو یہ مژدہ سنایا تو لائق فرزند بلا چوں و چرا سر تسلیم خم کر دیا۔ شیطان ملعون کی لاکھ کوشش کے باوجود نہ شخص نہ باپ جھجھکا نہ بیٹا کھسکا۔ زمین و آسمان کی ہر شئے نے دم بخود ہوکر ان ماجرہ کو ملاحظہ کیا۔ بیٹا منھ کے بل زمین پر ہے اور باپ کی چھری بیٹے کی گردن پر مگر اللہ تعالیٰ کو سمعیل کی قربانی مطلوب نہیں تھی بلکہ ابراہیمؑ کے دل میں ابھرنے والے جذبہ شکر کا اظہار اور ایمان کی توشیق جذبۂ فدایت کی صداقت کی آزمائش یا یہ کہ عشق کے آکری مرحلے کو طے کرنا مقصود تھا۔ اور جس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انسانیت کا امام بنانا تھا۔ تو قبل اسکے کہ چھری اپنا کام کرتی اللہ کے حکم سے بیٹے کی جان بچ گئی۔ اور بیٹے کی جگہ ایک مینڈھا قربانی کیلئے مہیا کر دیا گیا۔

جب میں نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اکلوتا فرزند لکھا تو مجھے یہ خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں قاری یہ نے شوچ کی اقتد احسین جعفری نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کر فراموش کر دیا۔ دراصل دوسرے عقائد میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کا اسم گرامی اس قربانی میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ پر زبردستی ٹھونسا گیا ہے جو کھلی بددیانتی ہے۔

ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی تھے جنھیں اللہ کے حکم کے تحت قربانی کیلئے پیش کیا گیا تھا۔ اس عقیدہ کے حق یوں تو بہت سارے دلائل موجود ہیں ان میں سے چند یہ ہیں کہ یہ واقعہ قرآن الکریم میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ جس کے بعد مزید کسی شک کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ حضرت اسمٰعیل ہی وہ فرزند تھے جن کی قربانی کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بذریعہ خواب آزمائش کیلئے اشارہ ہوا تھا۔

یہ کی اس وقت کے موجودہ عہدنامہ عتیق (پیدائش ۲۱:۵) سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف حضرت اسحٰق کی پیدائش کے وقت ۱۰۰/ برس کی تھی جبکہ حضرت اسمٰعیلؑ کے پیدائش کے وقت ان کی عمر شریف ۸۶/ برس کی تھی۔ (پیدائش ۱۶:۲۱) سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کوئی اور بیٹا سوائے اسمٰعیل علیہ السلام کے نہیں تھا۔ مگر (پیدائش ۲۲:۲) میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو حکم ملا تھا کہ ''اب اپنے بیٹے، اپنے اکلوتے بیٹے، اسحٰق کو لے جا۔۔۔۔۔۔۔اور تو مریہ کے علاقہ میں چلا جا اور اسے سوختنی قربانی کیلئے پیش کر دے۔'' اس سیاق میں حضرت اسحٰق علیہ السلام کا نام بددیانتی کی علامت ہے اور اسے زبردستی یہاں ٹھونسا گیا ہے۔ مورجہ کا علاقہ کیاں تھا یہ بھی واضح نہیں تھا۔ ہاں وہ کوہ مروہ تو ہوسکتا ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ جس اے اس واقہ کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مکہ میں پیش آنا ثابت ہے۔ اس سے مسلمانوں کے دعوے کو مزید تقویت ملتی ہے۔

یہ کی بھی پرواضح ہے کہ سارا واقعہ مکہ کے نواح میں حضرت اسمٰعیلؑ اور انکی والدہ محترمہ کے ساتھ ہی پیش آیا تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مکہ جا کر وہاں آباد ہوگئے تھے اور یہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی تھے جنھوں نے تعمیر کعبہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدد کی تھی۔

قربانی کرنا مندرجہ بالا اہم واقعہ کی یادگار کا ایک سالانا جشن اور ادائیگی شکر کا ایک موقع ہوتا ہے۔ یاد رہے قربانی کا خون اور گوشت اللہ کو خوش کرنے والی چیزیں نہیں ہیں بلکہ جذبہ شکر کا اظہار اور ایمان کو توشیق ہے۔ اور یہ کہ حج کا نقطۂ عروج قربانی کرنے کا

مرحلہ ہوتا ہے۔ جو اللہ کی راہ میں ایک نذر ہے اور عبودیت کے اس کو رس کا اختتام پر اظہار تشکر اور مسرت کے طور پر پیش کی جاتی ہے۔ اور اس کا ایک مقصد غریبوں کو کھلانا بھی ہوتا ہے تا کہ وہ عید کی عمومی خوشی میں شریک ہوسکیں۔ یہ فریضہ دنیا کے ہر گوشے میں مستطیع مسلمان انجام دیتے ہیں۔ ایک سنجیدہ سا سوال مسلمانوں کی جانب سے یہ بھی کیا گیا ہے بلکہ مسلمانوں کو یہ جاننے کا پورا حق ہے کہ حج کے موقع پر اتنے زیادہ جانور قربان کئے جاتے ہیں کہ گوشت کی ایک بڑی مقدار ضایع ہوجاتی ہے۔

مجھے نہیں لگتا کہ اب اس طرح کی کوئی دقت درپیش ہے کیوں کہ اب سرد خانوں کی سہولتیں درکار ہیں اسکے علاوہ فاضل مقدار کو ان مقامات پر منتقل کیا جاتا ہے جہاں حاجتمند مسلمان اسکو استعمال میں لاتے ہیں اسکے سوا گوشت کو ڈبہ بند منجمد کر کے دنیا کے دور دراز علاقوں میں بھی پہونچا دیا جاتا ہے۔ اب وہ مسلمان جو یہ محسوس کرتا ہے کہ اسکی قربانی کا گوشت ضائع ہوسکتا ہے۔ اپنی قربانی کو مقدم یا مؤخر کرسکتا ہے وہ ضیاع سے بچنے کیلئے مناسب وقت اور جگہ کا انتخاب کرسکتا ہے۔ کیوں کہ اسلام کسی طرح کا اور کسی طرح کا اور کسی درجہ میں بھی ضیاع نہیں پسند کرتا اور یہ کو وہ پہلے بڑی ضرورت کی جانب توجہ دیتا ہے اور کم سے کم نقصان پر زور دیتا ہے اسکے علاوہ ذرائع کے معاملے میں بھی تحدید نہیں ہے حالات کی مناسبت سے اپنے پروگرام اور طریق کار میں تبدیلی کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوتا۔

اگلا شمارہ

سلسلہ عالیہ مداریہ اور ملک کی آزادی نمبر ہوگا

ہندوستان آزادی میں سلسلہ عالیہ مداریہ کہ مجاہدین کی نمایاں کارکردگی تاریخ ہندوستان کی پیشانی پر چمکتے ہوئے سورج کی طرح روشن نظر آتی ہے۔ ارباب علم ودانش نے اپنی تحقیقات کے ذریعہ جو نمایاں کارگزاریاں تحریر کی ہیں وہ آپ اس شمارے میں پڑھیں گے۔

اگر آپ سلسلہ عالیہ مداریہ اور ملک کی آزادی کی مکمل تاریخ سے واقف ہونا چاہتے ہیں تو رسالہ رہبر نور کا ''آزادی نمبر'' آج ہی طلب کریں۔

چیف ایڈیٹر

عرس مولائے کائنات کے موقع پر رخصت ہے باغباں کی گلستاں اداس ہے

ازقلم
سیدازبرعلی جعفری المداری
مکن پورشریف

رخصت ہے باغباں کی گلستاں اداس ہے

مدینہ طیبہ کی پرکیف فضاوں سے مستفیض دراقدس پرنوید صبح اور نسیم سحری کے ٹھنڈے جھونکے چلنے ہی والے تھے کہ حسب عادت آج بھی اس موذن رسول ﷺ نے نماز صبح کیلئے لوگوں کو جگانے کیلئے رحمت کدہ اور مہبط انوارالٰہیہ سے قدم نازنین باہر نکالے ہی تھے کہ والہانہ محبت میں بطخوں کا ایک غول آگے آیا اور جان جاناں کے آگے پیچھے

(حلقہ میں لے کر) اپنے اپنے پنکھ پھیلا پھیلا کرقوں قوں کی آوازوں سے روکنا چاہا اور نوحہ شروع کر دیا لوگوں نے بطخوں کو ہٹانا چاہا پر اس دانا و بینا مولی نے فرمایا کہ انہیں مت روکو انہیں آج نوحہ کرنے دو

حسب عادت شریفہ نماز فجر کیلئے سب کو اٹھاتے بیدار کرتے ہوئے جب وہاں پر پہونچے جہاں پر بجائے اس کے کہ غیض وغضب کی تلوار اپنے قاتل کو دیکھ کر بے نیام ہو جاتی

وہاں تحمل اور ضبط خود ضبط وتحمل کی خیرات مانگ رہے تھے

تمام مسلمانوں کو جگانے کے بعد اپنے قاتل کو بھی جگایا

الصلوۃ الصلوۃ

،،اٹھو نماز کا وقت ہو رہا ہے،،

ہزاروں رحمتیں ہو اس امیر کائنات پر جس نے نماز کیلئے اپنے قاتل کو بھی جگا دیا

جبکہ مولا کے علاوہ کسی کو نہیں پتا تھا کہ جس کو نماز کیلئے جگایا جارہا ہے آج یہی ایک مہینے سے زہر میں بجھی ہوء تلوار سے حملہ کردیگا

حالانکہ مولا علی اپنے قاتل کو جانتے تھے

دلیل کے طور پر شواہد النبوۃ سے علامہ جامی علیہ الرحمہ کی تحریر کو ملخصا پیش کررہا ہوں

ایک مرتبہ ابن ملجم ملعون کوفہ کی مسجد میں ٹہل رہا تھا جیسے ہی عبدالرحمٰن ابن ملجم لعین پر مولائے کائنات علیہ السلام کی نظر پڑی

آپ امیر علیہ السلام نے خود کو مخاطب کر کے فی البدیع فرمایا

اشدد حیازیمک للموت لدقیک

ولا تجرع الی الموت اذا اجل بوادیک

سب سے زیادہ بری خبر موت کی ہیجو تجھے ملنے والی ہے جب یہ تجھ پہ روشن ہو جائے تو اسکی طرف جرعہ نوش نہ ہو

بعدہ آپ نے اسے طلب فرما کر اس سے فرمایا اے ابن ملجم زمانہ جہالت میں یا زمانہ صبا میں تیرے دل میں کون سا خیال آیا تھا اسنے کہا مجھے تو اس بارے میں کچھ علم نہیں

مولائے کائنات نے فرمایا اے بدبخت وصالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والے

کیا تیری کوء یہودی دایہ تھی؟

اس نے کہا ہاں

اس پر حضرت علی خاموش ہو گئے

محترم قارئین

آپنے دیکھ لیا میرے مولا کی پہلی نظر نے قاتل کو پہچان لیا

نہ کہ آپ نے قاتل کو پہچان لیا بلکہ شہادت کا وقت بھی بذریعہ خواب پہچان لیا

ایک مرتبہ مولا علی نے سرکار رسالت مآب ﷺ کو خواب میں دیکھا

عرض کیا یارسول اللہ آپ کے امتیوں نے ساری مشکلیں میرے لئے کھڑی کر دی ہیں بہت ستایا ہے

آپ نے فرمایا کہ دعا کرو کہ اللہ پاک اچھے لوگوں میں بلا لے

چنانچہ آپ نے دعا کی قبول ہوء

آپ اسے جگا کے مسجد کی طرف بڑھنا چاہتے ہی تھے کہ

اٹھتے اٹھتے اس لعین عبدالرحمٰن ابن ملجم نے مولی پر قاتلانہ حملہ کر دیا

ایک وار نے اسداللہ کے سرناز کو زخمی کر دیا

لعین نے آپ کے سر کے اگلے حصہ پر وار کیا جس سے سر مبارک زخمی ہو گیا اور داڑھی خون سے لال ہوگا

فرمان مبارک حضورﷺ صادق آیا

ایک مرتبہ مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم کی طبیعت سخت ناساز ہوء حضورﷺ عیادت کیلئے تشریف لے گئے

عرض کیا حضور شاید میرے وصال کا وقت قریب ہے آپ نے فرمایا کہ اے علی ابھی نہیں جب تک تمہاری داڑھی خون سے لال نہ ہوجائے)

آپ نے فرمایا کہ اسے

(ابن ملجم) کو پکڑ لو جب اس لعین کو پکڑ کر لایا گیا تو آپ نے فرمایا

انہ اسیر فاحسنوا نزلوہ وکرموا مثواہ فان بقیت قتلت اوعفوت فان مت اوقتلوا قتلتی ولا تعتدوا ان اللہ لایحب المعتدین

اس وقت اسکی حیثیت ایک قیدی کی ہے لہذا تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اسے کھانا کھلاو اس کیلئے رہائش کا انتظام کرو اگر میں زندہ رہا تو میری مرضی چاہوں میں اس کو قتل کروں یا معاف کر دوں

اگر میرا انتقال ہو جائے تو میرے قتل کی طرح اسے قتل کر دینا اور اس قتل میں آگے نہ بڑھنا یعنی ناک کان نہ کاٹنا

کہ اللہ تعالی حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا

اس وقت اس لعین نے کہا تھا کہ اب علی نہیں بچینگے اس لئے کہ جس تلوار سے میں نیان پر حملہ کیا ہے اس تلوار کو ایک مہینہ زہر میں بجھایا تھا

آپ کو لوگ اٹھا کر گھر لائے ضربت مولا کا یہ واقعہ رمضان بروز جمعہ بوقت صبح صادق ہجری میں پیش آیا دو دن تک آپ بستر تکلیف پر نہایت بے چین رہے پھر شدت زخم کی تاب نہ لاتے ہوئے رمضان المبارک کو شہادت کا جام نوش فرمایا

آپ شہید کیا ہوئے پورے شہر میں صف ماتم بچھ گء

شہادت کے بعد فوراً تجہیز و تکفین کی تیاریاں شروع ہونے لگیں

آپ علیہ السلام کے صاحبزادے امام حسن اور امام حسین بھتیجے عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنھم نے غسل اور کفن دیا

علامہ عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ نے شواہد النبوۃ میں تحریر فرمایا

حضرت امیرالمومنین حسین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب جب حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے وفات پاء تو میں نے ایک کہنے والے کو کہتے ہوئے سنا کہ باہر چلے جاو اس بندہ خدا کو ہمارے پاس چھوڑ دو میں گھر سے باہر نکل آیا اندر سے آواز آء حضورﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد وصی رسول بھی شہید ہو گئے جو دین کی نگہبانی کرتے تھے حضور کی سیرت پر عمل پیرا ہوتے تھے اور انکی اتباع کرتے تھے جب یہ آواز آنا بند ہوء تو ہم اندر آ گئے ہم نے دیکھا کہ حضرت علی کی تغسیل و تدفین ہو چکی ہے چنانچہ ہم نے آپ کی

نماز جنازہ ادا کی اور دفن کر دیا

جہیز و تکفین کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے وجانشین حضرت

امام حسن علیہ السلام

(خاتم خلافت راشدہ)

نے نماز جنازہ پڑھاء پھر وہی نشستگاہ مولی ہی فخر باغ ارم بنی

مدت خلافت

چار سال نو ماہ

عمر شریف

??سال

آج اسکی شہادت ہے جسے اسلام میں اولیت حاصل ہے

آج اس کی شہادت ہے

عالم اسلام جسکو

نفسِ رسول، زوجہ بتول، وصیِ رسول، گلزار اخلاق کے نفیس پھول

نبی کا چین، ابوالحسن بوالحسین غازء بدر وحنین دریائے معرفت کا

شناور، ولایت کا مصدر فاتح خیبر،

، شاہ صفدر، جانشین پیمبر، بوتراب وحیدر، نائب احمد مختار، نور عیون

اخیار، شاہ مرداں، شیر یزداں، قوت پروردگار، حیدر کرار، شجاعت

کے شہسوار، امام الاولیاء والاتقیاء، امام الثقلین، کعبہء دارین قائد غرم

المحجلین، دیوان سخاوت کے صدر نشین، سید المتقین، امیر المومنین امام

المسلمین، مولائے کائنات ابوتراب، اسداللہ، شیر خدا

سیدنا علی علیہ السلام

جیسے مقدس نام والقاب سے یاد کرتی ہے

وہ علی

عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ ﷺ

ماتریدون من علی ماتریدون من علی ماتریدون من علی انا علیا منی وانا منہ

ھو ولی کل مومن من بعدی

عمران بن حصین سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ علی

کے متعلق کیا چاہتے ہو تم لوگ علی کے متعلق کیا چاہتے ہو

تم لوگ علی کے متعلق کیا چاہتے ہو پھر فرمایا کہ علی مجھ سے ہیں اور

میں علی سے ہو اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں

وہ علی

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انا مدینتہ

العلم وعلی بابھا فمن ارادالمدینتہ فلیات الباب

رواالحاکم

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے

فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہیں لہذا جو اس شہر میں

داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس دروازے سے آئے

عن جابرابنِ سَمُرَۃَ قَالَ: قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ یَحْمِلُ

رٰایَتَکَ یَوْمَ الْقِیٰامَۃِ قَالَ: مَنْ کَانَ یَحْمِلُھَا فِی الدُّنْیا

علی۔

جابر ابن سمرہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا کی خدمت میں عرض کیا

گیا:

یارسول اللہ! قیامت کے روز آپ کا علَم کون اٹھائے گا؟

آپ نے فرمایا جو دنیا میں میرا علمبردار ہے یعنی

علی

وہ علی

عَنْ ابنِ عباس قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَآلِہ وَسَلَّمَ حُبُّ عَلِیٍّ یَأْکُلُ السَّیِّاٰتِ کَمَا تَاکُلُ النَّارُ

الْخَطَبَ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ

نماز جنازہ ادا کی اور دفن کردیا

تجہیز وتکفین کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے وجانشین حضرت امام حسن علیہ السلام

(خاتم خلافت راشدہ)

نے نماز جنازہ پڑھا، پھروہی نشستگاہ مولی ہی فخر باغ ارم بنی

مدت خلافت

چارسال نوماہ

عمر شریف

??سال

آج اسکی شہادت ہے جسے اسلام میں اولیت حاصل ہے

آج اس کی شہادت ہے

عالم اسلام جسکو

نفسِ رسول، زوجہ بتول، وصی رسول، گلزار اخلاق کے نفیس پھول نبی کا چین، ابوالحسن بوالحسین غازء بدروحنین دریائے معرفت کا شناور، ولایت کا مصدر فاتح خیبر،

، شاہ صفدر، جانشین پیمبر، بوتراب وحیدر، نائب احمد مختار، نورعیون اخیار، شاہ مرداں، شیر یزداں، قوت پروردگار، حیدر کرار، شجاعت کے شہسوار، امام الاولیاء والاتقیاء، امام الثقلین، کعبہء دارین قائد غرم المحجلین، دیوان سخاوت کے صدرنشین، سید المتقین، امیر المومنین امام المسلمین، مولائے کائنات ابوتراب، اسد اللہ، شیر خدا

سیدنا علی علیہ السلام

جیسے مقدس نام والقاب سے یاد کرتی ہے

وہ علی

عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ ﷺ

ماتریدون من علی ماتریدون من علی ماتریدون من علی انا علیا منی وانا منہ

ھو ولی کل مومن من بعدی

عمران بن حصین سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم لوگ علی کے متعلق کیا چاہتے ہو تم لوگ علی کے متعلق کیا چاہتے ہو

تم لوگ علی کے متعلق کیا چاہتے ہو پھر فرمایا کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہو اور وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہیں

وہ علی

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انا مدینته العلم وعلى بابها فمن ارادالمدينته فليات الباب

رواالحاکم

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہیں لہذا جواس شہر میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ اس دروازے سے آئے

عن جابرابنِ سَمُرَةَ قَالَ: قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ يَحْمِلُ رَايَتَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ: مَنْ كَانَ يَحْمِلُهَا فِى الدُّنْيَا علی۔

جابر ابن سمرہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا کی خدمت میں عرض کیا گیا:

یارسول اللہ! قیامت کے روز آپ کا عَلَم کون اٹھائے گا؟

آپ نے فرمایا جو دنیا میں میرا علمبردار ہے یعنی

علی

وہ علی

عَنْ ابنِ عباس قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِه وَسَلَّمُ حُبُّ عَلِيٍّ يَأكُلُ السَّيِّاتِ كَمَا تَاكُلُ النَّارُ الحَطَبَ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پیغمبر اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) نے فرمایا: علی علیہ السلام کی محبت گناہوں کوایسے کھا جاتی ہے جیسے خشک لکڑی کو۔

وہ علی

عَنْ زَيْدِ اِبْنِ اَرْقَم قَالَ: كَانَ لِنَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَبْوَابٍ شَارِعَةٍ فِى الْمَسْجِدِ قَالَ: فَقَالَ (النَّبِىُّ) يَوْمًا: سُدُّوا هٰذِهِ الْاَبْوَابَ اِلَّا اَبَابَ عَلى.قَالَ: فَتَكَلَّمَ فِىْ ذَالِكَ اُنَاسٍ قَالَ: فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَحَمَدَ اللّٰهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَاِنِّى اُمِرْتُ بِسَدِّ هٰذِهِ الْاَبْوَابِ غَيْرَ بَابِ عَلِيٍّ فَقَالَ فِيهِ قَاعِلُكُمْ،وَ اِنِّى وَاللّٰهِ مَا سَدَدْتُ شَيْئًا وَلَا فَتَحْتُه وَلٰكِنِّى اُمِرْتُ بِشَيءٍ فَاتَّبِعُه۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چند اصحابِ رسولِ خدا کے گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے۔ایک دن رسولِ اکرم
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
نے حکم دیا کہ تمام دروازوں کو سوائے حضرت علی علیہ السلام کے دروازے کے بند کر دیا جائے۔چند لوگوں نے اس پر چہ میگوئیاں کرنا شروع کر دیں۔پس رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا شروع کر دی اور فرمایا کہ جب سے میں نے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا ہے،اُس کے بعد سے کچھ لوگوں نے باتیں کی ہیں،اس کے بارے میں صحیح رائے نہیں رکھتے۔خدا کی قسم! میں نے کسی دروازے کو اپنی طرف سے بند کرنے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی کسی کے کھولنے کا حکم اپنی طرف سے دیا ہے،لیکن خدا کی طرف سے مجھے حکم ملا اور میں نے حکمِ خدا کو جاری کر دیا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: یاعلی! آپ کی نسبت مجھ سے ایسی ہے جیسی ہارون کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی،سوائے نبوت

وہ علی

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ۔

عمرو ذی حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں، اُس کا علی مولا ہے۔ پروردگارا! تو اُس کو دوست رکھ جو علی علیہ السلام کو دوست رکھے اور تو اُس کو دشمن رکھ جو علی علیہ
السلام سے دشمنی رکھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ لاکھوں لاکھ رحمتیں نازل فرمائے مرقد مولا پر

سمجھا ہی نہیں کوء کہ کیا شان علی ہے

بس سرورکونین کو عرفان علی

خاکپائے

مرتضی وحیدر

سیداز بر علی مداری

قصبہ ٹھریا ضلع بریلی اور اطراف کے لوگ رسالہ "رہبرنور" حاصل کرنے لیلئے رابطہ کریں جناب شیخ طریقت صوفی سید مسرت حسین جعفری مداری
8868996913
9719625717

عالمی خبریں

وہ وقت جب مسجد اقصیٰ کو آگ کے حوالے کر دیا گیا۔

مسجد اقصیٰ پر اسرائیل کا قبضہ تاریخ کا وہ سانحہ عظیم ہے، جس نے مسلمانوں کو دنیا کے سامنے ایسا ذلیل و رسوا کیا کہ وہ پھر کبھی سر اٹھا کر بات کرنے کے قابل نہ ہو سکے۔ ۹ جون ۱۹۶۷ کو یہودی فوجیں دنیائے عرب کے انتہائی اہم جغرافیائی اور خوجی مقامات پر قابض ہو چکی تھیں اور ان کے متعدد شہر اسرائیل میں شامل ہو چکے تھے۔ یہودیوں کے سب سے بڑے مذہبی رہنما کے بقول دو ہزار سال بعد اس دن ان کو بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ کا موقع ملا تھا۔ آٹھ سو سال کے بعد یہ پہلا دن تھا، جب مسلمانوں نے بیت المقدس میں نماز جمعہ نہیں پڑھی تھی۔ وہ دن ہے اور آج کا دن، یہودیوں کے ہاتھوں مسلمان مسلسل ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔

مسجد اقصیٰ پر اسرائیل کا قبضہ تاریخ کا وہ سانحہ عظیم ہے، جس نے مسلمانوں کو دنیا کے سامنے ایسا ذلیل و رسوا کیا کہ وہ پھر کبھی سر اٹھا کر بات کرنے کے قابل نہ ہو سکے۔ ۹ جون ۱۹۶۷ کو یہودی فوجیں دنیائے عرب کے انتہائی اہم جغرافیائی اور خوجی مقامات پر قابض ہو چکی تھیں اور ان کے متعدد شہر اسرائیل میں شامل ہو چکے تھے۔ یہودیوں کے سب سے بڑے مذہبی رہنما کے بقول دو ہزار سال بعد اس دن ان کو بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ کا موقع ملا تھا۔ آٹھ سو سال کے بعد یہ پہلا دن تھا، جب مسلمانوں نے بیت المقدس میں نماز جمعہ نہیں پڑھی تھی۔ وہ دن ہے اور آج کا دن، یہودیوں کے ہاتھوں مسلمان مسلسل ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں اور تب سے آج تک صیہونی انتہا پسندوں نے مسلمانوں کے قبلہ اول مسجد اقصیٰ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کیا کیا سازشیں نہ کی ہوں گی۔

اس وقت اسرائیل مسجد اقصیٰ کے مغربی دروازے اور دیوار گریہ کے درمیان کھدائی کر رہا ہے۔ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ اسی مقام پر معبد داؤد تھا۔ ذرائع کے مطابق وہ یہ کھدائی ہیکل داؤد کی تعمیر کے لئے کر رہے ہیں۔ اسی کے ساتھ یہ اندیشہ بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ وہ مسجد اقصیٰ کی بنیادوں کو کمزور کرنے کے لئے سرنگیں کھود رہے ہیں۔ یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے، جب کوئی یہودی شخص یا جماعت یہ ناپاک حرکت کر رہی ہے۔ یہودی انتہا پسند ۱۹۶۷ء سے اب تک درجنوں بار مسجد اقصیٰ کو تباہ کرنے کی سازش کر چکے ہیں۔

غالباً پہلی بار صیہونیوں نے ۲۱ اگست ۱۹۶۷ کو مسجد اقصیٰ کو آگ لگا کر تباہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس سازش کا کلیدی مجرم مائیکل روہن ایک آسٹریلیائی صیہونی تھا۔ اسرائیل پولس و انتظامیہ نے اس شخص کو دماغی خلل کا مریض قرار دے کر آسٹریلیا بھیج دیا تھا۔

۱۹۷۰ میں یہ انکشاف ہوا کی مسجد اقصیٰ کے گرد گہری سرنگیں کھودی جا رہی ہیں۔ اردن نے اس کی تفصیلات اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں پیش کیں۔ پتہ چلا کہ وہ گہری سرنگیں مسجد اقصیٰ کی بنیادوں تک پہنچنے کو صرف ۱۵ میٹر رہ گئی تھیں۔ اس کے بعد ۹ مئی ۱۹۸۰ کو ۱۲۰ کلو گرام دھماکہ خیز مواد، بہت سے بم، بجلی کے تار اور دوسری

چیزیں حادثاتی طور پر پکڑی گئی تھیں۔ یہ پرانے شہر کے ایک یہودی اسکول کی چھت پر رکھی گئی تھیں' جو بہ مشکل مسجد اقصیٰ سے صرف ۱۵۰ گز کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس پلان کے پیچھے یہودی دہشت گرد تنظیم 'گش امونم' کا ہاتھ تھا' جو مسجد اقصیٰ اور دوسری تاریخی عمارتوں کو اڑانا چاہتی تھی۔ وہ جمعہ کا دن تھا اور اگر یہ دہشت گرد اپنے منصوبے میں کامیاب ہو جاتے تو ہزاروں نمازی جاں بحق ہو جاتے' لیکن یہ محض حسن اتفاق کہ دھماکہ ہونے سے صرف دو منٹ پہلے اسکا پتہ چل گیا تھا۔ اگلے سال گش امونم نے گنبد صحرہ کو گرانے کے لئے سرنگیں کھودنا شروع کیں' جس کو مقامی لوگوں نے ناکام بنا دیا۔ پھر ے اپریل ۱۹۸۲ء کو ایسٹر سنڈے کے قتل عام سے صرف تین دن پہلے مسجد اقصیٰ کے دروازے پر شیر مقدار میں نصب کیا گیا دھماکہ خیز مواد پکڑا گیا۔ اس کے ساتھ ایسے پرچے بھی ملے تھے' جن میں مسجد اقصیٰ کو دھماکہ سے اڑانے کے عزم کا اعادہ کیا گیا تھا۔ یہ دھمکی ٹوٹی پھوٹی عربی میں تحریر کی گئی تھی اور ہبرون (الخلیل) کی غیر قانونی کالونی سے جاری کی گئی تھی۔

مسجد اقصیٰ کو تباہ کرنے کی اب تک کی سب سے بڑی کوشش ۱۱ اپریل ۱۹۸۲ء کو ہوئی تھی۔ وہ عیسائیوں کے تہوار ایسٹر سنڈے کا دن تھا۔ ۹ بج کر ۲۰ منٹ پر اسرائیلی فوجیوں کا ایک گروہ مسجد میں گھس آیا اور اس نے مختلف سمتوں سے اندھا دھند گولی باری شروع کر دی۔ پھر مسجد اقصیٰ کے مصلے اور قالینوں میں آگ لگا دی۔ مشرقی یروشلم کے ملسمانوں نے اپنی جانوں پر کھیل کر آگ بجھائی۔ اس پورے واقعہ کے لئے صرف ایک اسرائیلی سپاہی کو ذمہ دار قرار دے کر آتش زنی کی اس کارروائی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ میڈیا میں اس بحث کو زیادہ ہوا دی گئی کہ آیا یہ ایک اسرائیلی سپاہی کی حرکت تھی یا امرکی؟ جب کہ حقیقت میں دونوں ہی تھا۔ الان ہری گڈ میں نام کا وہ شخص امریکی بھی تھا اور اسرائیلی بھی۔ وہ بیک وقت دونوں ملکوں کا شہری تھا۔

موت کے اس ہرکارے نے سب سے پہلے تو مغربی دروازے پر مسجد کے ایک ۶۵ سالہ بوڑھے دربان کا خون کر دیا تھا۔ وہاں اسرائیلی فوج کے کئی مسلح جوان بیٹھے ہوئے تھے' لیکن ان میں سے کسی نے اسے نہیں روکا۔ اس نے گنبد صحرہ کے دروازے پر مزید دو نہتے دربانوں کو قتل اور ایک شدید زخمی کر دیا۔ پھر اس نے نمازیوں پر گھوم گھوم کر فائرنگ کی۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک مسلسل گولیاں چلاتا رہا۔ اس نے اس وقت تک رکنے کا نام نہیں لیا' جب تک کہ اس کی گولیاں ختم نہیں ہو گئیں۔ چشم دید گواہوں کا بیان ہے کہ وہ اپنے کندھے پر کثیر مقدار میں کارتوس لے کر آیا تھا۔ ان نے مسجد کے اندر کم از کم ۱۹ افراد کو شہید اور ۴۰ سے زائد لوگوں کو شدید طور پر زخمی کر دیا تھا۔ اس اسرائیلی امریکی دہشت گرد نے اسی پر بس نہیں کیا' بلکہ اس نے منبر' موزیق' سنگ مرمر اور قالینوں پر بھی جم کر فائرنگ کی۔ اس قتل عام میں مسجد کے اندر اور باہر شہید ہونے والوں کی مجموعی تعداد ۱۰۰ سے زائد تھی۔ مسجد میں آگ لگنے سے بڑے پیمانے پر اس مقدس عمارت کو نقصان پہنچا۔ اس کے بہت سے تباہ ہو گئے۔ چھت کے کئی حصے چٹخ گئے۔ اس دہشت گرد کو مسجد میں موجود لوگ پکڑ لیتے' لیکن اس کے ساتھیوں یعنی نام نہاد اسرائیلی اینٹی رائٹ پولس نے اس تاریخی مقام اور پورے شہر میں کرفیو لگا دیا۔ مسجد کے منبر کی ایک دیوار تباہ ہو گئی اور گنبد صحرہ پر فائرنگ کر کے اس درندے کو بچانے کا کارنامہ انجام دیا۔ پھر اسے ایک ملٹری وین میں بند کر کے وہاں سے بچا لے گئے۔ یروشلم کی اسلامک کونسل نے پورے اسرائیلی مقبوضہ علاقے میں ۷ دن کی ہڑتال کا اعلان کیا' جس پر اس وقت کے اسرائیلی وزیراعظم بیگن نے جو بیان جاری کیا تھا اس میں اس

اسرائیلی سپاہی کو ذہنی مریض کہا گیا تھا۔ الان ہری گذمین امریکا کے بالتی مور کا رہنے والا تھا اور وہ اسرائیلی فوج میں صرف ایک ماہ پہلے تارکین وطن کے لئے چلائی گئی روزگار کی اسکیم کے تحت بحال ہوا تھا۔ اس طرح اس کے پاس دوہری شہریت تھی اور وہ بیک وقت امریکی بھی تھا اور اسرائیلی بھی۔

قبلہ اول مسجد اقصیٰ کو شہید کرنے کے لئے سرنگیں کھودنے کا سلسلہ ہر دور میں جاری رہا ہے۔ بیت المقدس کے اردگرد غیر قانونی کھدائیوں کا انکشاف ۱۹۸۶، ۱۹۹۳، ۱۹۹۶، ۲۰۰۰، ۲۰۰۱، ۲۰۰۲ اور ۲۰۰۴ میں بھی ہوا۔ ۱۹۹۶ میں ایک سرنگ کے انکشاف سے تشدد پھوٹ پڑا تھا' جس میں ۱۸۰ افراد جاں بحق ہو گئے تھے۔ الاقصیٰ انسٹی ٹیوٹ کا دعویٰ ہے کہ ۲۰۰۶ میں اسرائیلی حکومت نے این آئی ایس کو ۶۸ ملین ڈالر کی رقم دے کر دیوار گریہ کے پاس معبد داؤد کی بلند و بالا اور شایان شان عمارت تعمیر کرنے اور ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کے لئے مسجد اقصیٰ کو تباہ کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی اور وہ اس وقت اسی منصوبے پر عمل پیرا ہے۔

بقیہ ایک زندہ کرامات

گر کر زمیں پہ اتنی بلندی سے الاماں
بچ سکتا ہی نہیں ہے کوئی طفل شیر خوار

لیکن جو ہو ضمانت قطب المدار میں
پھر ضائع اس کو کر دے بھلا کیسے کردگار

آئی نہ اک خراش بھی جسم صغیر پر
محفوظ ہر طرح سے رہا طفل نو بہار

عمر طویل اس کو ملے اس جہاں میں
اللہ سے یہی دعا ہے نیاز زار

نعت پاک سرور کونین ﷺ

جناب واحد بلہوری مرحوم

هم جمال حضور دیکھیں گے — آپنے آقا کا نور دیکھیں گے
شان رب غفور دیکھیں گے — نور والے کا نور دیکھیں گے
تجھکو بے پردہ دیکھنے والے — اک نہ اک دن ضرور دیکھیں گے
ہے جو قسمت میں تو کبھی نہ کبھی — لاکھ طیبہ ہے دور دیکھیں گے
عشق اتنا اگر سلامت ہے — جلوہ کوہ طور دیکھیں گے
ہم بھی جام مئے بنی پی کر — لطف کیف و سرور دیکھیں گے
وہ بھی دن آئیں گے کبھی واحد — نقش پائے حضور دیکھیں گے

قصبہ بہیڑی ضلع بریلی میں

رسالہ "رہبرنور"

حاصل کرنے کے لئے رابطہ کریں

۱۔ حضرت شیخ طریقت الحاج سید اختیار احمد جعفری مداری

Mob.: 9897699895

۲۔ حضرت علامہ مفتی کاشف سعید مداری

Mob.: 7017778757

۳۔ حضرت علامہ مولانا فرید احمد مداری

Mob.: 8077659991

۴۔ جناب وسیم احمد مصباحی مداری

Mob.: 7599267786

آپ کے مراسلات

افسوس ایک مرد قلندر حضرت مستان شاہ نہ رہے

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

سوگوار
مفتی غلام یحیٰ مصباحی مداری

بروز پیر بوقت ۷ بجے دن میں ۳ مئی ۲۰۲۱ مطابق ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۴۲ ہجری حضرت بابا الحاج جر جیس احمد شاہ عرف مستان شاہ مداری شریف گنج بازار بلرامپور نیداعیٔ اجلاس کو لبیک کہا اور اپنے مالک حقیقی سے مل گئے تقریباً پچہتر سال کی حیات ملی اپنے بعد چند بیٹے اور بیٹیاں چھوڑا شریک حیات (آپ کی بیوی) موجود ہیں باحیات ہیں خود حافظ قرآن تھے پندرہ سال کی عمر میں حفظ قرآن کرلیا تھا ایک زمیندار گھر کے فرد تھے والدین دیندار تھے گھرانہ پڑھا لکھا مہذب تھا حضرت بابا مستان شاہ بچپن سے ہی کچھ الگ مزاج کے تھے جوان ہوکر جنون وجذب کی کیفیت بڑھ گئی بزرگوں کی صحبت میں رہنے لگے تلاش مولیٰ عشق خداوندی میں گھر چھوڑ دیا گھر سے غائب ہوگئے گھر والے تلاش کر کے کئی بار لائے مگر حضرت مستان شاہ برابر گھر سے غائب ہوجاتے مجھ سے انہوں نے ایک موقعہ پر خود فرمایا میری ملاقات ایک مجذوب بیڑی شاہ سے مکن پور شریف میں ہوئی انہوں نے مجھے میرے طلب کے مطابق دیا جذبی کیفیت بڑھ گئی الٹا سیدھا کام کرنے لگے چند دنوں کے بعد یہ کیفیت کم ہوگئی کسی بزرگ کے کہنے پر شادی فرمایا حالت سلوک میں رہ کر دین کا کام کیا سلسلہ عالیہ مداریہ کو ضلع بلرامپور و دیگر اضلاع میں فروغ دیا پوری حیات فیضان مدار العٰلمین رضی اللہ عنہ سے مخلوق خدا کو فیضیاب فرمایا صاحب کرامت بزرگ گزرے ہزاروں مسلمانوں نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی اس حقیر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی تمام عقیدت مندوں نے بڑے غم اور دکھ کے ساتھ آپ کو سپرد خاک کیا مولیٰ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے آمین

آسمان علم وادب کا ایک ستارہ ٹوٹا

حضرت علامہ سعید اختر پلاموصوبہ بہار مدرس جامعہ عربیہ مکن پور شریف کے وصال پر ملال کی خبر سن کر ایک میں ہی نہیں ہر کوئی غمزدہ ہوگیا پورے ملک میں حضرت علامہ کے چاہنے والیہیں آپ کی خطابت اور علم وفضل شرافت نفس اخلاق ومحبت کا اثر دلوں پر نقش ہے یہ نقوش اخلاص ومحبت ختم نہ ہوں گے یہ ایں وجہ چاروں طرف چاہنے والوں میں آپ کے سانحہ ارتحال سے سوگ وغم کا ماحول ہے سلسلہ عالیہ مداریہ کا ایک مخلص حضرت سیدنا سید بدیع الدین قطب المدار رضی اللہ عنہ کا بے باک سپاہی بارگاہ قطب المدار کا پسندیدہ ہر دلعزیز عالم دین آج ہم میں نہ رہا سب کو چھوڑ کر اپنے محبوب حقیقی سے جاملا مختصری زندگی میں بہت کچھ کارہائے نمایاں انجام دیا ہر موڑ پر سلسلہ عالیہ مداریہ کا مورچہ سنبھالتے نظر آئے درس وتدریس کے فرا؟ ض کو بہ خوبی انجام دیتیر ہے بے شمار علماء فضلاء آپ کی درسگاہ سے فیضیاب ہوئے سب علوم وفنون کے مالک بن گئے بڑی بات تو یہ تھی کہ چند دنوں میں مشائخ سادات مکن پور شریف کے رنگ میں رنگ گئے سیرت وصورت لباس تقویٰ طہارت نفس بزرگوں کی زندگی میں ڈھل گئے ایک عالم کے ساتھ ایک عابد وزاہد صوفی کی حیات میں ڈھل کر عالم باعمل بن گئے مکن پور شریف کے سادات کی یکساں عزت کرتے کسی اختلافی مسئلہ میں کبھی قدم نہیں رکھا یہ بہت خوبی کی بات ہے حضرت علامہ ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے مولا تعالیٰ علامہ کے درجات بلند فرمائے حضرت کی تاریخ وصال ۲۸ رمضان ۱۴۴۲ھ مطابق ۱۲ مئی ۲۰۲۱ ہے

سوگوار
مفتی غلام یحیٰ مصباحی

آج ایک قلبی خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ پاکستان کے معروف قلم کار مخطوطہ شناس کئی کتابوں کے مصنف و مرتب ڈاکٹر خضر نوشاہی صاحب کو سلسلۂ مداریہ کا تعارف کرایا گیا، نیز کافی ساری کتابیں ان کو فراہم کی گئیں، ان کے ذریعے ان کے ایک ایسے علم دوست نوشاہی صاحب کا کا پتہ چلا، جو ہر سال نومبر میں عرس مدار پاک کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب اس سلسلے سے کافی عقیدت رکھتے ہیں لیکن کتب کی عدم فراہمی کے باعث اس کے متعلق ادراک کلی نہیں تھا۔

اب ڈاکٹر صاحب اس سلسلے پر مقالہ بھی لکھنے کہ رہے ہیں، نیز اس کے تعلق سے جو جو کتابیں انھیں موصول ہوں گی، وہ بھی ہمیں عطا کریں گے۔

یہ ایسی شخصیت ہے کہ علما وٗ فضلا ان سے تقاریظ لینے کے لیے عرضیاں پیش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سلسلۂ مداریہ کو روز افزوں ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین۔۔۔**

بدیعی ہاشم مصباحی

خضر حیات نوشاہی صاحب کے علم دوست بلال نوشاہی کی بیان کردہ کرامت قطب المدار، جو شاید ہی کسی کو پتہ ہو

گرامی مرتبت ھاشم صاحب۔۔سلامِ تشکر۔۔۔بندہ کیا باواجداد تقسیم ھند سے قبل بھارت کے پنجاب میں ضلع گورداسپور کی تحصیل بٹالہ کے گاوں "ھرووال" کے رھنے والے تھے وھاں حضرت والاشان سیدی شاہ مدار نوراللہ مرقدہ گاھے گاھے اپنی حینِ حیات میں تشریف لایا کرتے تھے۔جنکی مہمان نوازی وخدمت کی سعادت انکو نصیب ھوا کرتی تھی۔ایک دفعہ آپ کی بابرکت ذات نے قدم رنجا فرمایا تو گھر کے کسی فرد کو "رتح" کا درد تھا تو آپ سے التماس علاج کیا گیا۔جس پر آپ نے فرمایا آج کیبعد جب تک آپ لوگوں نسل رھے گی کسی کو رتح کا درد نہیں ھوگا۔اور ھاں جس رتح کے درد والے کو تم لوگ تین اتوار دم کرو گے وہ صحت پائے گا۔واقع کے سنین کا تعین نہیں کرسکتا۔نیز شرائط میں شامل تھا کہ دم کرانے والا ایک من گڑھ سوا من آٹا چاندی کی درانتی اور رائج الوقت اس وقت کے تین پیسے جسے اھلِ پنجاب "ٹکہ" کہتے ھیں۔اتنا ھدیہ سن کر تو ھمارے بزرگ ششدر رہ گئے۔اور کہنے لگے کہ وہ غریب تو یہ سن کر ھی مرجائے گا یہیں سے شائد یہ ضرب المثل معرض وجود میں آئی کہ "مرے کو مارے شاہ مدار" (واللہ اعلم بالصواب) بہر حال یہ ھدیہ اس طرح طے پایا گڑھ۔۔اکلو آٹا۔۔۔اکلوایک پاو لوھے کی درانتی اور بھی پیسا نقد میسر ھو

میرے مرشد و والد نوے سال کی عمر میں خالق حقیقی سے ملے میری عمر میں سے پچاس منہا ھو چکے آج تک کبھی درد نا ھوا اور ناھی کبھی خاندان کے جمیع افراد سے سنا۔۔بلکہ ھمارے گھر سے قرب وجوار کے کسان درانتیاں مفت لےء جاتے ھیں۔۔خاندان میں یہ ورد بھی پڑھا جاتا تھا

"شاہ مدار شاہ مدار
شاہ میرا کھیڈے پریاں نال
میں وی کھیڈا شاہ دینال"

نیز جب بھی ھمارے بڑا کھانا یا لنگر پکایا اور تقسیم کیا جاتا ھے۔حضرت شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی ایک پلیٹ بھر کر نکال لی جاتی جو صرف ھمارے خاندان ھی کے افراد کھا سکتے ھیں جو بچی خاندان سے باھر بیاھی جائے اسے بھی اس سے نوالہ نہیں دیا جاتا۔۔۔

اور حضرت کا عرس ھر سال 20 کاتک کو منعقد ھوتا ھے اب نے ھم

اسے ھر سال نومبر کی پہلی جمعرات اور جمعہ کو کر دیا ھے۔۔درج بالا اسباب التفاتِ شاہ مدار ھیں جو صدیوں سے ھمارے لیے وجہ عقیدت وعرس ھیں آپ کو شمولیت کی دعوت ھے۔۔والسلام علیک

احقر
بلال حسین نوشاھی غفرلہ
جاروب کش۔
۔آستانہ عالیہ نوشاھیہ محمد نگر ڈبہ کا مونکے گوجرانوالہ پنجاب پاکستان

वलिए कामिल आरिफ़े बिल्लाह सैय्यद अब्दुल रहमान उर्फ हाजी मलंग रहमतउल्ला अलैह

एक ऐसा मिनारा नूर जिस कि ज़ियाबार किरणों से पूरा जुनूबी हिन्दुस्तान रोशन है।

– अबुल मशरब सैय्यद मुक्तिदा हुसैन जाफ़री

इब्तेदाए आफ़रीशन से आज तक ला तादाद इंसान इस किरा ज़मीन पर आये और फ़ना हो गये हर नया दौर साबिका दौर से तरक्की याफ़्ता रहा है। कदीम दानिशवरों और फिलॉसफरों ने तहकीक से जो नतायज हासिल कियें हैं। वो ये कुदरती चीज़ों में बाहिमि कश्माकश है। जो चीज़ ताकतवर है वो कमज़ोर पर ग़ालिब आकर उसे फ़ना कर देती है। इसलिए मज़हबे इंसान ने रूह व माआदा के तवाज़न को बरकरार रखने के लिए एक मुकम्मल निज़ामें हयात दुनिया के सामने पेश किया है।

इस्लाम ने जहाँ दुनियादारी की मज़्ज़मत की है वहाँ रहबानियत को भी मना फ़रमाया है और वो सही दरमियानी रास्ता जो खुदा और बन्दे के दरमियान है। उसकी तालीम हमको दी है जो ज़ाहिर व बातिन के फर्क़ को महसूस कराती है और जिसे महसूस कर लेने के बाद इंसान नफ्स की जुम्ला कसाफतो से पाक हो जाता है। जुलमत शब जब हद से तजावुज़ करती है तो सुबह का नूर तुलू होता है। कुर्रएअर्द जब तमाज़त आफ़ताब से तपता है। तो बराने रहमत का ज़हूर होता है। गुमराहियाँ जब सरकशी में बदल जाती हैं। तो रहमते बारी तआला को जोश आता है। और किसी अज़ीम रहनुमा को मामूर किया जाता है कि वो बंदों को सरकशी और बगावत को मिटा कर नियाज़मंदी और इताअत खुदावंदी का रास्ता दुनिया को बतलाये और हर तरफ खुदापरस्ती और अमन व सुकून को आम कर दे 1040 हि. में मग्रिबी हिन्दुस्तान का ये हिस्सा जो साहिल समन्दर पर वाकेय है जो कोकन (मुम्बई) के नाम से मशहूर है। इस खित्तए अरज़ी की हालत बद से बत्तर थी राजा नलं की हुकूमत थी जो एक बहुत बड़ा जादूगर था और आवास पर वहशियाना सुलूक को रवां रखता था। गर्ज़ यही वो दौर था जब अब्दुल रहमान बिन सैय्यद अब्दुल रहीम यमनी उलमारूफ बाबा हाजी मंगल रहमत उल्ला अलैह अपने पीरो मुर्शिद हज़रत कासिम मुनीरी मदारी रहमतउल्लाह अलैह से बैअत व खिलाफ़त की गिरां बहानेमत हासिल करके उन्हीं की हिदायत के मुताबिक सरज़मीने मकनपुर शरीफ़ से यहाँ तशरीफ़ फरमा हुये

विलादत बसाअदत-

मआद्दा तारीख विलादत "शेख़ क़ामिल" है-हज़रत अब्दुल रहमान उर्फ बाबा हाजी मंलग की विलादत 1001 हि0 में हुई और उसी सिलसिले में साहिबे किताबुल ऐरास मौलाना नजीब खाँ कादरी का बयान है- "सैय्यद अब्दुल रहमान वल्द सैय्यद अब्दुल रहीम अलमारूफ़ मलंग बाबा मुरीद ये सिलसिला अर्ज़ सआदाद यमनअस्त" मतूरा व ज़ाहिद बोत मूलत औदरसाल 1001 हि. अलनियूई बू 2 साल वफ़ात बारारबीअल अव्वल 1059 हि0 अलनियूई अस्त मरकदाँ वरनवाह कलियान (कोकन अलमारूफ मुम्बई) ज़ियारतगाह अस्त

("अज़किताब अलऐरास मतबूआ सफात 20-42-166)

नाम व नस्ब और वतन

आपका नाम सैय्यद अब्दुल रहमान लक़ब बाबा मंगल, हाजी मंगल जो आपको शेखे तरीकत् हज़रत कासिम मुनीरी अलमदारी से हासिल हुये आपका वतन हज़रमोत यमन है आपके नस्ब का तआल्लुक हज़रमोत के सादात कबीला जनीज़ से है। आपके वालिद बुज़ुर्गवार का इस्मेगिरामी सैय्यद अब्दुल रहीम है। ये यमन के चंद ओलमा में शुमार किये जाते थे। निहायत साहिबे तकवा और दरवेशाना रविश के हामिल थे। कपड़ों की तिजारत फरमाते थे यही उनका ज़रयए माआश था।

तालीम व तर्बियत-

हज़रत हाजी मलंग की इब्देताई तालीम उनके वालिदे बुजुर्गवार की सरपरस्ती में हुई और आला तालीम यमन के मशाहिर उलमा व फुज़्ला से हासिल की जब सिने शउर को पहुंचे तो तकमीले उलूम बातिनी भी वालिदे बुजुर्गवार ही ने फरमाई। बयान किया गया है के अहद तफ़ूलियत ही से आपको तहसीले इल्म का बेहद शौक था। इख्लाक की आला सिफ़ात से मुत्तसिफ थे। हर एक से इख्लाक से मिलते और हर एक की हाजतरवाई फरमाते थे।

शौहरत और नाम व नमूद से नफ़रत-

बयान किया गया है कि हज़रत हाजी मंगल को शोहरत पसंद ना थी इसी लिए बक़दर ज़रूरत रोज़ी हासिल करने के बाद तन्हाई में बैठ कर ज़िक्रे इलाही में मशगूल रहते थे। वालिद माजिद और वालिदा माजिदा की वफ़ात के बाद उनका दिल यमन से उचाट हो गया और आप ने वतने अज़ीज़ को ख़ैरबाद करने की ठान ली। अहले यमन को जब ये मालूम हुआ तो उन्होनें आप को रोकने की

बहुत कोशिश की उस वक़्त यमन में हज़रत शेख़ हबीब रहमतउल्लाह अलैह निहायत साहिबे इल्म व फ़ाज़िल बुज़ुर्ग शाही मदरसा के मुदर्रिस और रिश्ते में हाजी मलंग के मामू थे जब उन्हें मालमूम हुआ के अब्दुल रहेमान हाजी मलंग यमन छोड़ने वाले हैं। तो उन्हें तलाश करते हुये एक ग़ार के नज़दीक पहुंचें तो देखा कि आप यादे इलाही में मसरूफ थे। हज़रत शेख हबीब रहमतउल्ला अलैह ने आपको हिदायत फरमाते हुये फरमाया वतन छोड़ने का जो इरादा रखते हो अच्छा है बाखुशी जाओ जहाँ जाओ नेक और साहिबे इल्म व फाज़िल लोगों की सोहबत इख्तियार करो फिर कुछ मिट्टी देते हुये फरमाया इसको को साथ रखो जहाँ मुसतकिल सुकूनियत का इरादा करो वहाँ कि मिट्टी का रंग ज़ायका और बू से इसे मिला लेना इसी मिट्टी में तुम्हारा फायदा होगा ये कहकर वलिए कामिल शेख़ हबीब रहमतउल्लाह अलैह वहाँ से तशरीफ़ ले गये।

सिलसिलए आलिया मदारिया में इस्तिफादा-

उलूमे ज़ाहिरी से फराग़त हासिल करने के बाद जब तहसीले उलूम बातिनी के शौक ने रूहानी तश्निग़ी में इज़ाफ़ा किया तो आप हुसूले फ्यूज़ व बरकत के लिए वतने अज़ीज को ख़ैद बाद कह कर मक्का मोअज़्ज़मा पहुंचे फरायज़े हज अदा किया फिर मदीना मुनव्वरा में रोज़ए नबी करीम सल्लल्लाहो अलैहे वसल्लम पर हाज़िरी दी कई रोज़ मुराकिबा फ़रमाने पर नबी अकरम सल्लल्लाहो अलैहे वसल्लम कि ज़ियारत फरमाई हुक़्में नबी हुआ हिन्दुस्तान का सफर करो और दरबारे कुतबुल मदार में हाज़िर हो वहीं तुम्हारी रूहानियत को जिला कर नसीब होगी ये इशारा पाते हि आप अदन तशरीफ़ लाये और बुरी और बहिरी सुअबतें बरदाश्त करते हुअये वारिदे हिन्दुतसान हुये और तलाशे मुर्शिद कामिल में मकनपुर शरीफ़ में रौनक़ अफरोज़ हुये।

इस वक़्त मकनपुर शरीफ में साहिबे निस्बत बुज़ुर्गों की एक बार बड़ी जमाअत थी। जिन में हज़रत बदीउद्दीन अहमद कुतबुल अलमदार मदारूल आलमीन रज़ि अल्लाहु तआला के खलीफ़ए अजल हज़रत सैय्यद जमालउद्दीन जानेमन जन्नती के तरबियत याफ्ता साहिबे निस्बत बुज़ुर्ग हाज़ी काज़ी अलमारूफ कासिम मुनीरी अलमदारी कि मजालिस का बड़ा शोर था उन की मजलिस में शरीक हुये जैसे हि हज़रत कासिम मुनीरी अलमदारी कि नज़रे किमिया आप पर पड़ी तो ख़ानकाहे आलिया में ठहरा लिया और दाखिल सिलसिला फरमा कर और अदोअमाल सिलसिला मदारिया की तालीम दी पांच साल

तक आप मनाज़िल सुलूक तय करते रहे।

बाबा हाजी मलंग मदारी का खत्ताब

साहिबे "तज़किराते फुकराए" हज़रत दावर अली शाह अलमदारी सरगिरोह फुक़रा मदारिया फरमाते हैं। नमाज़े फज्र के बाद हज़रत कासिम मुनीरी अलमदारी रहमतउल्लाह अलैह मुरीदीन के इज्तिमा में मनाज़िल सुलूफ़ बयान फरमा रहे थे।

अचानक हज़रत की नज़र अब्दुल रहमान यमनी पर पढ़ी मआन आप ने फरमाया यह तो बाबा मलंग है। ये अनकरीब ही नेमतों से फैज़ियाब होने वालें है और एक दिन आवाम के महबूब कहलाऐंगें। इसी तारीख से उन्होनें बाबा मलंग के नाम से शोहरत पाई और यही नाम उनकी पहचान बन गई, यहां तक के लोग असली नाम भी फरामोश कर बैठे। पांस साल तक मुसलसल मकाशफा व मुजाहिद कर के मंज़िले सुलूक तय फरमाने के बाद हज़रत कासिम मुनीरी अलमदारी रहमतउल्लाह अलैह ने देखा कि हाजी मलंग कशरत मुहब्बत से मक़ामें सिद्क़ को पहुंच गये हैं तो उन्हें आप ने मुर्शिदे कामिल हुजूर सैय्यदना मदारूल आलमीन रज़ि अल्लाहु तआला अन्हा के उर्स के दिन नेमत बातिनी और ख़िरका ख़िलाफत से नवाज़ा साहिबे मुराता–उलं–इसरार ने तहरीर फरमाया है कि बादे इस्तिफादा इल्म शरिअत व तरीकत बाबा मलंग शाह अज़दस्त हक परस्त कासिम मुनीरी नेमत पाफताह व खरकाह खिलाफत पोशीदा बूद।

कोकन में हाजी मंगल की तशरीफ अवरी-

अपने मुरीदे कामिल हज़रत कासिम मुनीरी अलमदारी रहमतउल्लाह अलैह से इजाज़त मिलने के बाद आप अपने दो पीर भाईयों हज़रत बख़्तावर शाह अलमदारी व हज़रत सुल्तान शाह मदारी को और दीगर मुरीदीन को हमराह दकन पहुंचें मुतअद्द मक़ाम पर कयाम फरमाते हुये जहां से भी गुज़रे अपने फ्यूज़ बातिनी से खल्के खुदा को फैज़याब फरमाते रहे। यहां तक हज़ारों मुशरकीन व बेदीन लोगों को सर हक़्क़ायित इस्लाम के आगे झुकाते चले गये और बेशुमार लोग न सिर्फ मुसलमान हुये बल्कि आप कि निगाहें करम से रूहानियत के आला मक़ाम पर पहुंचें इस तरह सिलसिला आलिया मदारिया के फ्यूज़ व बरक़त को आम फरमाते और तरवीख़ा व इशाअत सिलसिला मदारिया फरमाते रहे।

कोकन के इस दामन कोह में पहुंचें जहाँ अब आप का मज़ारे मुकद्दस है। दामने कोह में अब तक जो वादी है वह बरहमन वादी के नाम से मशहूर है। हज़रत मौसूफ पहले यहीं क़याम पज़ीर हुये।

कोकिन में हाजी बाबा मलंग का मुसतकिल कयाम

हज़रत बाबा हाजी मलंग मदारी रहमतउल्ला अलैह अपने जमाने के निहायत आबिद व ज़ाहिद शबबेदार और इबादतगुज़ार बुज़ुर्ग थे हमेशा इसतग़राक़ वा मुशाहिदे में रहने की वजह से अल्लाह तआला के महबूब बंदे थे हज़रत दिलावर शाह "मतूफी 1235 हि0" जो एक साहिबे बसीरत बुज़ुर्ग थे फरमाते हैं कि जिसको दीनी व दुनियावी मुराद हासिल करनी हो वो वली कामिल शेख़ हज़रत बाबा हाजी मंलग मदारी रहमतउल्ला अलैह जिनका आस्ताना मुम्बई में है उनको पास हाज़िर हो और उनसे इस्तमदाद दुआ की ख्वाहिश करे वो अपने मकसद में यकीनन कामयाब होगा पहाड़ के निचले हिस्से में जो लोग रहते थे शरीर उल नफ्स और कटर किस्म के लुटेरे और जादूगर थे ये हज़रत को देखते हि उनके मुखालिफ़ हो गये यहाँ तक कि सहर सामरी से उनको मरगूब करने की कोशिश की मगर आप पर किसी किस्म का कोई असर नहीं हुआ । और आप उनके सामने दावते इस्लाम पेश करते रहे इसी पहाड़ के नज़दीक जो दरिया का किनारा है आप वहीं पर जलवा अफरोज़ थे ज़िक्रे इलाही फरमा रहे थे अचानक एक लाश दरिया में तैरती हुई आपके सामने से गुज़री जिसे आपने पकड़ लिया और ज़मीन पर रख कर अपना दस्ते मुबारक लाश पर कुम इज़्न अल्लाह कहते हुये रखा लाश में हरकत हुई और मुर्दे ने आंखें खोल दी अल्लाह ताला ने उनकी हर ख्वाहिश शर्फे कुबूलियत बख्शा था आपसे ऐसे उमूर ज़ाहिर हुये जिनका आम हालात व असबाब कि राह से वाकेय होना अक़्ल व दानिश के नज़दीक कुछ नामुमकिन सा नज़र आता है। मगर अल्लाह रब्बुल इज़्ज़त अपने महबूब बंदों की हर मर्ज़ी और ख्वाहिशात पूरी फरमाता है।

सलातीन बेजापुर की अक़ीदतमंदी

पहाड़ के बालाई हिस्से पर पहुंचकर आपने पहला काम यह किया के आपके मामू हज़रत शेख़ हबीब रहमतउल्लाह अलैह ने जो आपको मिट्टी अता फरमाई थी उसका मुकाबला पहाड़ की मिट्टी से किया और दोनों में यकसानियत पा कर आपने वहीं रहने का इरादा किया जिसे आके हमाराहियों ने भी पसंद फरमाया सुल्तान इब्राहिम आदिल शाह सानी "मतूफी 1047 हि0" के अहद में हज़रत अब्दुर्रहमान यमनी उर्फ बाबा हाजी मलंग मदारी रह0 जब मकनपुर शरीफ़ से कोकन के इस मकाम पर जलवा अफरोज़ हुये जहां अब आपका मज़ार पुरअनवार है यहां के लोगों ने बेरहमाना सुलूक हज़रत और उन के साथियों

के साथ किया उसकी खबर जब बादशाह को हुई तो बादशाह ने बाबा हाजी मलंग की हिमायत के लिए फौज रवाना की और उस फौज ने शरीर उल नफ़्स लुटेरों की सरकोबी की। जनाब सैय्यद सुलेमान आसिफ साहब फरमाते हैं।

अलमदद सुम्मा अलमदद या बाबा हज़रत मलंग

हो रहें हैं आज अपने दुश्मन नामूस दंग

मोअतबर रिवायत में है कि उस वक़्त पहाड़ की मजालिस में रवायत ये थी कि पांचों वक़्त अज़ान कही जाती थी शब जुमा को मीलादख्वानी का एहतिमाम होता था उन तमाम कैफ़ियात का मुशाहिदा करते ही पहाड़ के रहने वाले इस शम्मए मदारियत के गिर्द परवाना वार जमा होने लगे जो कोई हाज़िर होता इस्लाम कुबूल कर लेता।

वफ़ात शरीफ-

मअद्दा तारीख वफ़ात असअफ़ अलएबाद है। 1059 हि. हाजी बाबा मंलग रहमतउल्लाह अलैह एक रिवायत मुताबिक जुमेरात के दिन अपने मुरीदीन व मुतालिकीन को जमा फरमा कर नसिहते फरमाई– आपने फरमाया तुम सब लोग तब्लीग़ व इशाअत इस्लाम में कोशां रहना और खालिके कायनात और उसके रसूल सल्लल्लाहो अलैहे वसल्लम की इताअत व पैरवी में सरगर्म अमल रहना और हर एक से बिलाइम्तियाज़ मज़हब व मिल्लत मिलते रहना किसी को हकीर समझकर उससे नफरत न करना बेकस और माजूरों की खिदमत बजा लाना अलगर्ज़ सुबह सादिक होते ही आपने नमाज़े फज्र अदा फरमाई और नमाज़े जुमा से कब्ल आपकी रूह क़फ़स उन्सरी से परवाज़ कर गई। (बाबा महछन्दर नाथ या हाजी बाबा मलंग) कुछ अर्सा पहले एक शर पसन्द तन्ज़ीम ने एक मुनज़्ज़म साज़िश के तहत हज़रत मलंग मदारी रहमतउल्लाह अलैह को बाबा महछन्दर नाथ के नाम से मौसूम करके अपना बेदलील दावा पेश कर दिया वैसे उस तंज़ीम को महाराष्ट्र अदालत की जानिब से भी मुंह की खानी पड़ी थी मगर उस सिलसिले में जो तहकीक मालूमात तारीख के सफहात से निकलकर आवाम व ख्वास के ज़हन व कल्ब पर अपने नकूश बना गये उनको रहती दुनिया तक फरामोश नहीं किया जा सकता है। हाजी उस शख़्स को कहते हैं जो फरीज़ए हज अदा कर लेता है। और मलंग एक फारसी लफ्ज़ है जिसका मायना है ''दर्वेश'' गोशानशीन

मलंग

हिन्दुस्तान में जितने भी सलासिल हैं उनमें मलंग नहीं होते हैं मलंग हज़रात सिर्फ सिलसिला आलिया तैफूरिया, मदारिया में ही

होते हैं, ये वो हज़रात हैं जो बाहुक्म मुर्शिद मुजाहिदाना ज़िन्दगी गुज़ार कर इबादत व रियाज़त में मशगूल रहते हैं, और अपनी सीरत मुताहिरा से तब्लीगे इस्लाम की बेश बहाखिदमात अंजाम देते हैं और नख्लूके खुदा को अपने फ्यूज़ बातिनी से मालामाल करते हैं, मलंग हज़रात असहाब सुफ्फा रज़िअल्लाह तआला अन्हों की सुन्नत पर अमल पैरा होते हैं, जिस तरह अक्सर असहाबे सफ्फा ने शादी नहीं फरमाई और हर दम महबे दीदारे रिसालत सल्लल्लाहो अलैह वसल्लम रहकर हयाते मुबारिका के लम्हात गुज़ारते और उसको इबादत समझते रहे इसी तरह मलंग हज़रात भी निहंग व मजरूह रहकर अलाएक दुनिया से खुद को मुलबिस नहीं करते ये हज़रात हर वक़्त मुशाहिदा जमाल ज़ात करते रहते हैं महू दर महू होकर मकसूदे हकीकी तक रसाई करने के लिए मुतमन्नी रहते हैं। उन हज़रात के पास वक़्त ही कहाँ होता है कि दुनिया के झमेलों में फसें रहें इसीलिए देखा गया है कि अक्सर ये हज़रात आबादी से बहुत दूर पहाड़ों की बुलदिंयों पर या किसी वीराने में गोशानशीन होकर इबादत व रियाज़त में मशगूल रहते हैं इसीलिए हज़रत सय्यद अब्दुररहमान यमनी उर्फ हाजी बाबा मलंग मदारी रहमतउल्लाह अलैह ने भी अपने मुर्शिद कामिल हज़रत कासिम मुनीरी मदारी रहमतउल्लाह अलैह की इजाज़त से कलियान को अपना तबलीग़ी मरकज़ करार दिया ।

महाराष्ट्र हुकूमत की रिपोर्ट-

तालूक़ा कलियान ज़िला थाना के सर्वे के मुताबिक आदिल शाही हुकूमत की जानिब से पहाड़ और उसके ऐहतिराफ का जुम्ला इलाका हज़रत बाबा हाजी मलंग रहमत उल्लाह अलैह को नज़र किया गया था इसी तरह अंग्रेजों के दौरे हुकूमत में भी हज़रत बाबा मलंग का मज़ार जिस हिस्से पर है वो इलाका हज़रत की दरगाह के नाम था। मौजूदा महाराष्ट्र हुकूमत ने भी उस रकबे को दरगाह हज़रत बाबा मलंग रहमतउल्ला अलैह के नाम बहाल रखा है।

अगला शुमारा
आज़ादी नं. और
सिलसिला मदारिया
नं.
जल्द ही आपके
हाथों में होगा।

QUARTERLY

RAHBARE NOOR

R.N.I.No. UPURD/054331/1347785/2019

L-POST REGISTRATION "RAHBAR E NOOR" K.P. (M.)/007/2021-2023

MAKANPUR SHARIF, KANPUR, INDIA Pin Code. 209202

وہ ہوائے کوئے مدار ہے کہ جہاں جہاں سے گزر گئی
تو فضائے دہر میں ہر طرف وہیں بوئے طیبہ بکھر گئی

وہ زباں کہاں جو کرے بیاں تیرے مرتبے کی بلندیاں
تو چلا تو نبض جہاں چلی تو رکا اگر تو ٹھہر گئی

یکم شوال المکرم ۱۴۴۲ھ

۱۲۰۰ واں یوم ولادت

فردالافراد قطب الارشاد شہنشاہ اولیائے کبار سید بدیع الدین قطب المدار رضی اللہ عنہ کا
۱۲۰۰ رواں یوم ولادت تمام عالم اسلام کو بہت بہت مبارک ہو

Chief Editor

ABUL MASHARAB SYED

MUQTIDA HUSAIN JAFRI

H.O.: P.O. Makanpur Sharif, Kanpur Nagar, India- 209202

Please Contact us: 995667119, 8737967832
6394344966, 9760422993, 8840701867

Al-Madaar Offset Kanpur
Mob.: 8795601301, 9616584408